بفیضانِ نظر: مفتی تقدس علی خاں * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی | محسنِ ادارہ: الحاج شفیع محمد قادری

بانی ادارہ: مولانا سید محمد ریاست علی قادری

ISBN 978-969-9266-04-1

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 33 | شمارہ: 04

اپریل ۲۰۱۳ء / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

ہدیہ فی شمارہ: 40 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/400 روپے رجسٹرڈ ڈاک سے: -/800 روپے

بیرونِ ممالک: 40 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔ ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 5214-45 - حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

حُسنِ ترتیب

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

25- جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

اپنی بات

مسعودِ ملت اور استحکام اہلِ سنت

پروفیسر دلاور خاں

عرس کے موقعہ پر خصوصی اداریہ

سعادت لوح و قلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے علمی میدان میں جو تحقیقی کام کیا ہے وہ ہمہ جہت اور وسعت کا شاہکار ہے۔ جس میں بعض مقالات دنیا کے مختلف ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوئے۔ پاک وہند میں شائد ہی کوئی معیاری رسالہ ہو جس میں آپ کی تحقیقی تحریر شامل مطالعہ نہ ہوئی ہو۔ آپ کے مقالات کے دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمے ہوچکے ہیں امت کی فکری و اعتقادی اصلاح کا مؤثر ذریعہ ہیں۔ چونکہ آپ کے اسلوب نگارش میں دلائل اعتدال، اصلاح اور محبت کی حلاوت کا عنصر نمایاں ہے اس لیے معاشرے کے مختلف طبقات میں یکساں قابل قبول ہیں۔

بعض سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے امتیازات مثلاً عید میلاد النبی ﷺ، تقلید، علم غیب، قیام وسلام پر مسعودِ ملت کے رسائل چونکہ قرآن و حدیث اور فقہا کی قیمتی آرا سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی شاہ پارہ بھی ہیں اس لیے آپ کے علمی رسائل وکتب جہاں علما میں مقبول ہیں وہیں وہ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ بطور مورخ بعض مذہبی اور سیاسی تحریکیں اور ان کے اہم کردار اور قائدین جو مسلک سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے مجرم تھے حقائق کو مسخ کرکے انہیں ہیرو کے طور پر پیش کیا گیا تو آپ نے مستند تاریخ کی روشنی میں ان کی حقیقت کی علمی اور سنجیدگی کے ساتھ نقاب کشائی کا فریضہ سرانجام دیا ان تحریکات میں وہابی تحریک، تحریک بالاکوٹ، تحریک ترک موالات، تحریک خلافت، تحریک پاکستان شامل ہیں۔ ڈاکٹر مسعود احمد محققانہ انداز فکر کے ساتھ ساتھ غیر متعصب قلب و نظر کے مالک تھے ان کی تحریر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حقائق کو بےلاگ پیش کرتے ہیں۔ نہ کسی کی دِل آزاری ان کا مقصود ہوتا ہے اور نہ کسی کی تذلیل و تحقیر بعض اہل قلم حقائق کو ایک طے شدہ رائے کی بنیاد پر لاتے ہیں مگر مسعودِ ملّت اس کے برعکس رائے کو حقائق کی بنیاد پر قائم کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی سنت اور صوفیا کے طرز تبلیغ کی پیروی کرتے ہوئے ہزاروں خطوط لکھ کر رہبری و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ یہ خطوط ہمہ جہت علم و معرفت کا خزانہ ہیں ان خطوط کے مطالعہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے شہنشاہ رضویات نے اپنے خطوط کے زریعے سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے استحکام کے لیے پالیسی، اہداف، مقاصد اور طریقہ کار کی تفصیل سے وضاحت فرمائی اس تناظر میں عصری تقاضوں کے پیش نظر آپ کے حکیمانہ، مدبرانہ اور عارفانہ افکار و نظریات ملاحظہ ہوں۔

شہنشاہ رضویات رقم کرتے ہیں: ’’واقعی انسان کی زندگی میں عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے اسی عقیدے کو بگاڑنے کے لیے دشمنوں نے مختلف رویوں میں اہلِ سنّت پر حملہ کیا۔ سادہ لوح مسلمان، دوست دشمن میں تمیز نہیں کرپاتے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور سلف صالحین کے مسلک پر قائم رکھے۔ (مکتوبات مسعودی حصّہ اول، ص۳۲۸)

عقیدہ توحید پر کام کرنے کی ترغیب یوں دیتے ہیں: عقیدہ توحید کی غلط تعبیر کرکے جو گمراہی پھیلائی جارہی ہے اس کا تدارک ضروری ہے۔ انداز عارفانہ ہو مناظرانہ، نہ ہو۔ عارفانہ تحریر سے لوگ راہ راست پر آجاتے ہیں۔ (مکتوباتِ مسعودی، حصّہ دوم، ص۲۵)

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''اس وقت اہلِ سنّت جماعت دشمنانِ دین و مسلک کے نرغے میں ہیں۔ عقائد اہلِ سنّت سے متعلق مدبرانہ اور حکیمانہ انداز سے رسائل لکھے جائیں اور شائع کیے جائیں۔'' (مکتوبات مسعودی، حصہ اول، ص۲۸) ''وہابیہ پوری دنیا میں بڑی سرعت سے اپنی مہم چلارہے ہیں اس وقت دانائی، حکمت، مسلسل خدمت اور استقامت کی ضرورت ہے۔'' (ایضاً، ص۱۶۶)

مسعودِ ملت بدمذہب کی نقاب کشائی یوں فرماتے ہیں: ''بدمذہب وہ ہے جو سوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت سے ہٹ کر اپنی راہ بناتا ہے۔ عوام اہلِ سنّت کا ان سے ملنا، جلنا سخت مضر ہے البتہ خواص اہلِ سنّت ان کی اصلاح کے لیے کوشش کرسکتے ہیں۔ اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ ہر مذہب نے اہلِ سنّت کے سنگ وخشت سے اپنے ایوان بنائے ہیں۔ بنیادی طور پر شیعوں کے علاوہ سب سنی تھے اپنی اصل سے ہٹ کر گمراہ ہوئے۔ ان کو راہ راست پر لانا اہلِ سنّت علما کی ذمہ داری ہے۔ اہلِ سنّت کے علاوہ تمام مکاتیبِ فکر نے ملت کو نقصان پہنچایا۔ بدمذہبوں سے ہمارے اصولی اختلافات ہیں۔ (ایضاً، ص۳۰۲)

اہلِ سنّت کی بیداری کے لیے لکھتے ہیں: ''سعودی عرب والے اپنے افکار کی اشاعت میں بہت سرگرم ہیں ادھر اہلِ سنّت انتشار کا شکار ہیں ظاہری وباطنی دشمنانِ اسلام کا ہدف شروع سے اہلِ سنت رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دشمنوں کی نظر بد سے محفوظ رکھے آمین''

آپ مزید لکھتے ہیں: ''وہابیہ، دیوبندیہ اہلِ سنّت کی کتابوں کے ترجمہ کرکے تحریفات کررہے ہیں۔ کتب احادیث اور بہت سی دوسری عربی کتابوں کو اپنے اداروں سے چھپوا کر تحریف کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ (ایضاً، ص۵۱۰)

سلف صالحین سے اختلاف کے اثرات سے یوں آگاہ کرتے ہیں: ''اہلِ سنت وجماعت میں کچھ علماء ایسے سامنے آرہے ہیں جو سلف صالحین سے اختلاف کرکے اپنے آپ کو نمایاں کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اس روش سے بدنامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔'' (مکتوبات مسعودی، حصّہ دوم، ص۸۸)

آپ مزید فرماتے ہیں: ''اس وقت اہلِ سنّت وجماعت کے علماء ومشائخ میں اتحاد کی سخت ضرورت ہے مخالفین ہماری صفوں میں مستقل انتشار پھیلا رہے ہیں۔۔۔ بہت سے منافقین ہماری صفوں میں داخل ہوگئے ہیں۔ یہ بین الاقوامی حکمت عملی کا ایک حصہ معلوم ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اہلِ سنّت کی مدد فرمائے اور ان میں اتحاد واتفاق پیدا فرمائے آمین! (ایضاً، ص۳۸۶)

ناکامی کی وجوہات کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں: ''دورِ جدید میں علما ومشائخ کی ناکامی کے جہاں اور اسباب ہیں وہیں اخلاص کی کمی اور دنیا کی محبت ہے اخلاص ہو اور دنیا کی محبت نہ ہو تو ایک مختصر جماعت کثیر جماعت پر غالب آسکتی ہے۔ (ایضاً، ص۴۰۶)

ان ناکامیوں کا حل یوں تلاش کرتے ہیں: ''باہمی رابطے کے ذریعے مخلص علما کو مسلک اہلِ سنّت وجماعت کی خدمت کے لیے تیار کیا جائے منظم ومربوط طریقے سے کام کیا جائے۔ محاذ آرائی سے قطعاً اجتناب کیا جائے۔ اس سے عوام اہلِ سنّت میں انتشار پیدا ہوتا ہے اور وہ بددل اور مایوس ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں اہلِ سنّت قابلِ رحم ہیں ان پر رحم کیا جانا چاہیے ان کی مظلومیت کی زیادہ ذمہ داری علماء پر عائد ہوتی ہے۔ فقیر خود حیران ہے اور علما مشائخ کے لیے دعا کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان میں خلوص وللّٰہیت اور درد وسوز پیدا فرمائے۔ (ایضا، ص۴۳۸)

مسعودِ ملت لکھتے ہیں: ''میانہ روی کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بدمذہب کو حق سمجھا جائے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ نرمی سے اصلاح کی جائے اور اس کو اپنی اصل کی طرف لایا جائے۔ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہر بدعقیدہ اپنے اپنے خیال کے مطابق صحیح راستہ پر ہے تو یقیناً یہ ''صلح کلیت'' ہے اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا ''صراطِ مستقیم'' ایک ہے صرف ایک۔ (ایضاً، ص۳۰۳)

ڈاکٹر صاحب اتحاد اہلِ سنّت کا تریاق یوں تجویز کرتے ہیں: ''اس وقت علماء قائدین اہلِ سنّت میں انتشار ہے پہلی فرصت میں انتشار ختم ہونا چاہیے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ ہم اپنے تمام معاملات کو اللہ اور اس کے حبیب محمد ﷺ کے حضور پیش کردیں اور جو فیصلہ وہاں

سے صادر ہو اس کو دِل و جان سے قبول کریں۔ دنیا کی محبت اخلاص کی کمی اور نمود کی خواہش نے ہم کو ایک دوسرے سے دور کر دیا اور حسد نے اور دور کر دیا مولیٰ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم اور دِل دردمند عطا فرمائے آمین! جوانوں میں جذبے کی کمی نہیں ان کے سینے جذبوں سے معمور ہیں۔ قیادت کی کمی ہے، مولائے کریم ان کو پردہ غیب سے ایک ایسا قائد عطا فرمائے جو بام عروج تک پہنچا دے۔ (مکتوباتِ مسعودی، حصّہ دوم، ۸۶)

شہنشاہ رضویات اصلاح احوال کی مزید تجاویز یوں رقم کرتے ہیں: اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اہلِ سنّت وجماعت کے عقائد وافکار کو صرف قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کریں اور اندازِ عارفانہ اختیار کریں۔

فرقوں کو ملانے سے جسموں کا اتحاد تو ممکن ہے فکری اتحاد ممکن نہیں بلکہ اس طرح ایک نیا فرقہ ابھر سکتا ہے۔ (مکتوبات مسعودی، حصہ دوم، ص ۱۰۲)

سواد اعظم اہلِ سنت پر کاربند رہنے کی یوں تلقین فرماتے ہیں: ''حضور انور ﷺ نے سوادِ اعظم کی پیروی اور جماعت وجمہور کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور سوادِ اعظم کی راہ بھٹکنے والوں۔ دور چلے جانے والوں، ایک طرف ہوجانے والوں سے بچنے کا حکم دیا ہے سواد اعظم کا مسلک کیا تھا اور کیا ہے یہ سب کو معلوم ہے کوئی راز نہیں۔ نہ اس پر تحقیق کی ضرورت ہے سلف صالحین کا مسلک وہی سواد اعظم کا بین الاقوامی مسلک تھا اور ہے۔ (ایضاً، ص ۴۵۴)

ماہر مجددیات مذید فرماتے ہیں: ''اصل میں اہلِ سنّت وجماعت کا زور توڑنے کے لیے صدیوں سے کوشش ہو رہی ہے جن حضرات کی نظر تاریخ وسیاست پر ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں۔ دنیا کی بڑی طاقتوں کو مسلمانوں کے اتحاد سے سخت خوف و دہشت ہے۔۔۔ اس لیے عالم اسلام میں اہلِ سنّت وجماعت سازشوں کا ہدف بنایا گیا ہے انہیں پر ماضی میں مصیبتیں ٹوٹیں اور اب پھر وہ مصائب کا شکار ہیں۔ ہر فرقہ اور جماعت کے ایوان اسی سنگ وخشت سے بنے اور بن رہے ہیں سب کے پاس دولت ہے۔ اہلِ سنّت وجماعت کا بھروسہ اللہ اور صرف اللہ پر۔ اب کوشش یہ کرنی چاہیے کہ سب مسلمانوں کو ان کے اسلاف کے حوالے سے سواد اعظم کے بین الاقوامی مسلک کی طرف دعوت دی جائے اگر ایسی کوشش کی گئی تو یقیناً اس کے مثبت اور انقلابی نتائج برآمد ہوں گی۔ (ایضاً، ۴۵۵)

حضرت مسعودِ ملّت میں سواد اعظم اہلِ سنّت سے متعلق تڑپ کی ایک جھلک ملاحظہ ہو: ''آخر میں اہلِ سنّت وجماعت سے عرض کروں گا کہ افہام وتفہیم کے دو طریقے ہیں ایک عارفانہ، دوسرا جارحانہ، راقم کے خیال میں جارحانہ طریقے سے عارفانہ بہ درجہا بہتر اور مؤثر لیے جارحانہ طرز تبلیغ وارشاد سے افادیت مجروح ہوتی ہے اور جس کو سمجھانا چاہتے ہیں وہ جذباتی طور پر اتنا گھائل ہوچکا ہوتا ہے کہ اس میں سمجھنے کی سکت وقوت باقی نہیں رہتی۔ برخلاف عارفانہ طرز تبلیغ وارشاد کے جو سراسر مفید اور مؤثر ہے کہ جس کو سمجھانا چاہتے ہیں وہ جذباتی طور پر سمجھنے کے لیے تیار ہوتا ہے اور نصیحت وتلقین اس کے دل میں گھر کرتی چلی جاتی ہے اس لیے اگر جارحانہ انداز ترک کرکے عارفانہ انداز اختیار کیا جائے تو ملک وملت کی خدمت ہوگی اس وقت جارحانہ انداز سے صرف مادی فوائد اور نفسانی سکون کی امید کی جاسکتی ہے۔ کوئی اخلاقی یا روحانی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اس پر ٹھنڈے دِل سے غور کرنے کی ضرورت ہے امام احمد رضا نے جو کردار ادا کیا وہی تھا جو ایک ماہر سرجن پر دوسروں کا قرض ہے کہ مریض کی کماحقہ تیار داری کریں اور اصلاح کی کوشش کریں۔'' (معارفِ رضا، جولائی، اگست ۲۰۰۸ء، ص ۳۲)

سواد اعظم اہلِ سنّت کے استحکام کے لیے شہنشاہ رضویات کے افکار ونظریات کی روشنی میں ایک مربوط اور منظم لائحہ عمل مرتب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ سنی قوت کو مجتمع کرکے اسلام کو اغیار کے ہتھکنڈوں سے نجات دلائی جاسکے۔

کنز الایمان اور ڈاکٹر اوج کا مقالہ   آخری قسط ہفتم

پروفیسر دلاور خاں

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز کراچی یونیورسٹی کے ڈین کے منصب پر فائز ہیں۔ آپ نے پروفیسر ڈاکٹر اختر سعید صدیقی کی زیر نگرانی مقالہ "قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی جائزہ" مکمل کر کے ۲۰۰۵ء میں پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ موصوف کے مقالے میں مفکر اسلام امام سوادِ اعظم اہلِ سنّت احمد رضا خاں محدث حنفی قادری برکاتی کا شہرۂ آفاق ترجمۂ قرآن "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" شامل ہے۔ مقالے کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ڈاکٹر اوج کنز الایمان کے فنی، علمی محاسن کی گیرائی اور گہرائی سے قلتِ علم کی وجہ سے نابلد رہے ہیں، جس سے اہلِ علم میں اس مقالے کی ثقاہت اور صاحب مقالہ کی علمی ساخت متاثر ہوئی۔ انصاف اور تحقیق کے تقاضوں کے تحت ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں زید مجدہ نے مذکورہ مقالے کا معروضی انداز سے مطالعہ کیا ہے اور مقالے میں پائے جانے والے اصولِ تحقیق سے انحراف اور غیر متوازن پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے۔ کنز الایمان کے محاسن کسی مصلحت کی نذر ہو گئے تھے اس پر علمی اور فنی پہلوؤں سے گفتگو کی ہے، جس کی آخری قسط شائع کی جارہی ہے تاکہ موصوف نے جو زیادتی کنز الایمان سے اپنے مقالے میں جہاں جہاں برتی ہے تحقیقی انداز میں اس کا ازالہ ہو سکے اور ان سات تراجم پر کنز الایمان کی علمی و فنی برتری ثابت ہو۔ یہ کوئی مجادلہ اور مناظرہ نہیں بلکہ علمی بحث ہے، جس کا آغاز خود ڈاکٹر اوج نے اپنے مقالے کی اشاعت سے کیا ہے۔ اس کے باوجود ڈاکٹر اوج اپنا موقف پیش کرنا چاہیں تو ہم معارفِ رضا میں انہیں خوش آمدید کہیں گے۔ (سید وجاہت رسول قادری، مدیر اعلیٰ)

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۚ (سُوْرَۃُ قُرَیْش، آیت:۲،۱)

(۱) اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو۔ مانوس رکھنا ان کو سفر سے، اور جاڑے کے اور گرمی کے۔ (محمود الحسن)

(۲) قریش کو سردی گرمی کے سفر سے الفت رکھنے پر تعجب ہے۔ امر تسری)

(۳) اس لیے کہ اللہ نے قریش کو میل دلایا ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں میل دلایا۔ (احمد رضا)

(۴) اس لیے کہ اللہ نے قریش کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ الفت تجارتی سفر کی جاڑے اور گرمی (کے موسم) میں۔ (الازہری)

(۵) چونکہ قریش مانوس ہوئے (یعنی) جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس۔ (مودودی)

(۶) بوجہ اس وابستگی کے، جو قریش کو ہے، اس وابستگی کے سبب سے جو سردی اور گرمی کے سفر کے ساتھ ان کو ہے۔ (اصلاحی)

(۷) قریش کو خوگر ہونے کی بنا پر اپنے جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہونے کی بنا پر۔ (عبد الماجد)

(۸) قریش (پر ان) کی (اس) رغبت کے سبب، جو رغبت انہیں سردیوں اور گرمیوں کے تجارتی سفر میں ہے (اور جو عطیہ ربانی اور ان کی خوش حالی کا باعث ہے۔ لہٰذا بطور شکریہ۔ (ابو منصور)

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں: "مختصر یہ کہ لام تعلیل کے مطابق ترجمہ کرنے والوں میں، مسلسل و مربوط ترجمہ جو اپنے پڑھنے والے کو صحیح اور کامل فہم عطا کرتا ہو اور جس میں لفظی اعادہ بھی پڑھنے والے کو، بے مزہ نہ کرتا ہو، وہ ابو منصور کا ہے۔" ملاحظہ ہو: قریش (پر ان) کی (اس) رغبت کے سبب، جو رغبت انہیں سردیوں اور گرمیوں کے تجارتی سفر میں ہے (اور جو عطیہ ربانی اور ان کی خوش حالی کا باعث ہے لہٰذا بطور شکریہ)

دوسری طرف موصوف النباء کی آیت نمبر (۱۲) سے متعلق لکھتے ہیں کہ: "عام طور پر مترجمین نے اس کا ترجمہ لفظ آسمان کے اضافے کے ساتھ کیا ہے حالانکہ اس آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ "آسمان" کیا جائے۔۔۔ البتہ احمد رضا، محمود الحسن اور ابو منصور نے اس آیت کا ترجمہ آسمان کے بغیر کیا ہے اور خوب کیا ہے۔" اسی طرح التکویر کی آیت نمبر ۱۵ تا ۱۸ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ: "مذکورہ تراجم میں محمود الحسن اور احمد رضا کے ترجموں میں ایک قدرِ مشترک ہے اور وہ یہ کہ یہ دونوں نے اپنے ترجمے میں لفظ ستاروں یا سیاروں کو شامل نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ آیت میں ایسا کوئی لفظ بھی نہیں جس کا ترجمہ ستاروں یا سیاروں سے کیا جائے چنانچہ ان دونوں نے اپنے ترجموں میں اس امر کا لحاظ رکھا ہے۔"

ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر اوج نے ان تراجم کو ترجیح دی ہے جس میں زائد الفاظ کے بغیر ترجمہ کیا گیا ہے اور ان تراجم کو اپنی تحقیق سے خارج کر دیا جو زائد الفاظ پر مبنی تھے۔

جبکہ ابو منصور کے ترجمے میں (پر ان) (اس) (اور جو عطیہ ربانی اور ان کی خوش حالی کا باعث ہے لہٰذا بطور شکریہ)

ان اضافی الفاظ کے باوجود موصوف ابو منصور کے ترجمے کو ترجیح دے رہے ہیں جس سے وہ اپنے خود ساختہ اصول سے انحراف کرتے دکھائی دیتے ہیں تو دوسری طرف یہ کیفیت فکری تضاد کی مظہر ہے۔

النباء اور التکویر کے تراجم میں ڈاکٹر اوج نے مولانا احمد رضا اور دیگر مترجمین کے تراجم کو اس لیے ترجیح دی کہ انہوں نے زائد الفاظ سے اجتناب کیا۔ جبکہ یہاں اس ترجمے کو خارج از ترجیح قرار دیا جو بغیر زائد الفاظ پر مشتمل ہے۔

اصولِ تحقیق کے تناظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ابو منصور کا ترجمہ، ترجمہ نہیں بلکہ زائد الفاظ پر مشتمل تشریح ہے۔ جبکہ مولانا احمد رضا کا ترجمہ لفظ بہ لفظ ہے۔ تشریح اور ترجمے کا تقابل ممکن ہی نہیں۔ جبکہ ڈاکٹر اوج بھی اس اصول سے انحراف کرتے ہوئے نہ صرف ترجمے اور تشریح کا تقابل کرتے ہیں بلکہ تشریح کو ترجمے پر فوقیت دیتے ہیں۔

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ (سُوْرَۃُ الْمَاعُوْن، آیت:۵)

(۱) جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔ (احمد رضا)

(۲) جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں۔ (عبد الماجد)

(۳) جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ (امر تسری)

(۴) جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں (اصلاحی)

(۵) جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں (محمود الحسن)

(۶) جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں (مودودی)

(۷) جو اپنی نماز (کی ادائیگی) سے غافل ہیں (الازہری)

(۸) جو اپنی صلوٰۃ (حقیقی) سے غافل ہیں (ابو منصور)

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں کہ ان تراجم کو بنظر غائر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے مترجمین کا ترجمہ دراصل ایک ہی مضمون پر مشتمل ہے۔ سوائے ابو منصور کے ترجمے کے اور وہ ہے: نماز کا ظاہر یعنی ظاہر نماز کا مضمون جبکہ ابو منصور کے ترجمے سے آیت کا مفہوم باطن یا مقتضائے نماز پر متضمن ہے۔ جو پہلے ترجمے کے مقابلے میں بہر حال زیادہ جاذب توجہ ہے۔

موصوف نے ابو منصور کے ترجمے کو محض اس وجہ سے ترجیح دی ہے کہ اس میں (حقیقی) کا لفظ اضافی ہے یعنی "حقیقی" کسی لفظ کا ترجمہ نہیں جبکہ پچھلی سطور میں یہ بات واضح کی گئی کہ اضافی الفاظ کے ساتھ جو ترجمہ کیا جائے گا ڈاکٹر اوج کے مطابق خارج از ترجیح قرار پائے گا لیکن یہاں ایسا نہیں کیا گیا۔ جس سے فکری تضاد ظاہر ہوتا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ (سُوْرَۃُ اللَّهَب، آیت:۱)

(۱) تباہ ہو جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ (احمد رضا)

(۲) ٹوٹ جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ (الازہری)

(۳) جوش والے کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور ٹوٹ چلے۔ (امر تسری)

(۴) ابو لہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود بھی غارت ہو۔ (ابو منصور)

(۵) ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ۔ (محمود الحسن)

(۶) دو ہاتھ ٹوٹ گئے، ابو لہب کے اور وہ برباد ہو گیا۔ (عبد الماجد)

(۷) ٹوٹ گئے ابو لہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ۔ (مودودی)

(۸) ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ خود بھی ڈھے گیا۔ (اصلاحی)

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں: "اس آیت کے معنی میں بعض مترجمین نے کوسنے اور بد دعا دینے کا مفہوم دیا ہے (مثلاً احمد رضا، الازہری، امر تسری اور ابو منصور)۔"

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوسنے اور بد دعا دینے کے مفہوم کا ماخذ و مراجع کیا ہے؟ خاص طور پر مولانا احمد رضا کی تحقیقات سے ثابت کریں اور اس کا حوالہ دیں کہ مولانا نے اپنی کس کتاب میں کوسنے اور بد دعا دینے کا اظہار کیا ہے۔

بلا دلیل کوسنے اور بد دعا دینے کا عمل نہ صرف اصول تحقیق کے خلاف ہی، نہیں بلکہ الزام تراشی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مولانا احمد رضا نے کوسنے اور بد دعا دینے کا مفہوم کسی کتاب میں درج نہیں کیا اور یہ بات اعتقاداً بھی خلافِ امر ہے کہ کوسنے اور بد دعا دینے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے۔

اس کا شرعی فیصلہ تو مفتیانِ ذی شان کریں گے۔ جبکہ راقم الحروف کے نزدیک یہاں کوسنا اور بد دعا دینا مراد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابولہب کے بارے میں وعید سنائی جارہی ہے۔ درحقیقت یہ کوئی کوسنا اور بد دعا دینا نہیں ہے بلکہ ایک وعید کی پیش گوئی کی گئی ہیں جس میں آئندہ پیش آنے والی بات کو ماضی کے صیغوں میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا ہونا یقینی ہے آخر کار اس وعید کی پیش گوئی حرف بہ حرف ثابت ہوئی۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو مولانا احمد رضا کا ترجمہ اپنے محل میں صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۙ وَ وَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۙ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ۙ وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ؕ (سُوۡرَۃُ الۡاِنۡشِرَاح، آیت ۱۔۴)

(۱) کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا اور جو بوجھ کمر کو توڑے دے رہا تھا، اس کو تمہارے اوپر سے اتار نہیں دیا! اور تمہارا آوازہ بلند نہیں کیا؟ (اصلاحی)

(۲) (اے نبی) کیا ہم تمہارا سینہ تمہارے لئے کھول نہیں دیا؟ اور تم پر سے وہ بوجھ اتار دیا جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا۔ اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔ (مودودی)

(۳) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔ اور ہم نے اتار دیا ہے آپ سے آپ کا بوجھ، جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو۔ اور ہم نے بلند کر دیا ہے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو۔ (الازہری)

(۴) کیا ہم نے تیرا سینہ فراخ نہیں کیا اور ہم نے تجھ سے تیرا بوجھ ہلکا کر دیا ہے جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی اور ہم نے تیرا ذکر بہت بلند کر دیا۔ (امرتسری)

(۵) کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (احمد رضا)

(۶) کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ اور اتار رکھا ہم نے تجھ پر سے بوجھ تیرا، جس نے جھکا دی تھی پیٹھ تیری اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا۔ (محمود الحسن)

(۷) کیا ہم نے تیرے لیے تیرے سینہ کو کشادہ نہیں کر دیا؟ اور تجھ سے تیرے اس بوجھ کو (نہیں) اتار دیا؟ جو تیری کمر توڑے ڈالتا تھا۔ اور ہم نے تیرے ذکر کو بلند (نہیں کر دیا؟)۔ (ابو منصور)

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں کہ: "ان تراجم میں ابو منصور اور امین اصلاحی کے ترجمے میں ووضعنا اور ورفعنا کو معناً پہلی آیت ہی پر عطف کیا گیا ہے۔ اسی لئے ہر دو کے ترجمے استفہام نگاری کے اسلوب پر کئے گئے ہیں جبکہ دیگر ترجمے خبریہ اسلوب کے تحت ہیں جیسا کہ ہم اس سے بیشتر ہی عرض کر چکے ہیں کہ اس طرح کی آیات کا ترجمہ انشائیہ اسلوب میں کرنے سے کلام کا اصل زور واضح ہو جاتا ہے۔" (دیکھئے سورہ النبا کی آیات ۶ تا ۱۷ کی بحث)

مذکورہ آیت (۲) میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے استفہامیہ اور نفی کا ترجمہ کیا جائے جب کہ ڈاکٹر اوج ایسے ترجمے کو ترجیح دے رہے ہیں اور ڈاکٹر اوج کے رسالے "التفسیر" کے مشاورتی مجلس کے رکن ڈاکٹر ابو سفیان اصلاحی (انڈیا) مولانا امین احسن اصلاحی کے اس اسلوب کو یوں مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں تفسیر ماجدی میں: "ووضعنا" کو الم نشرح سے معطوف نہیں مانا گیا ہے کیوں کہ فعل مضارع پر آتا ہے نہ کہ فعل ماضی پر، صاحب تدبر قرآن نے الم نشرح سے معطوف تسلیم کیا ہے جیسا کہ ترجمہ سے واضح ہے لیکن یہ مناسب نہیں ہے۔ چوتھی آیت کا ترجمہ یوں ہے۔ اور آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔ صاحب تدبر قرآن نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ اور تمہارا آوازہ بلند نہیں کیا۔ یہاں دو چیزیں توجہ کے لائق ایک تو یہ کہ الم نشرح سے عطف ماننا غیر مناسب ہے۔" (مطالعات قرآن)

ڈاکٹر ابو سفیان کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر اوج نے مولانا اصلاحی کے ترجمے کو جو ترجیح دی ہے وہ مناسب نہیں ہے اسی اسلوب کے تحت سورہ النبا کی آیت ۶ تا ۱۷ کے ترجمے جو ترجیح ڈاکٹر اوج نے قائم کی ہے وہ بھی مناسب نہیں ہے۔

موصوف لکھتے ہیں کہ: "دوسرے یہ کہ الم نشرح لك صدرکO نیز ورفعنالک ذکرك میں لك کا معنی جن مترجمین نے اپنے ترجمے میں سمو کر کاملیت کا رنگ بھرا ہے ان میں فقط عبد الماجد دریا، ابو منصور، مولانا مودودی اور پیر کرم شاہ الازہری شامل ہیں واضح رہے کہ جزوی طور پر (یعنی فقط و رفعنالك ذکركO میں لك کا معنی) احمد رضا خاں اور ابو منصور کے ہاں پایا جاتا ہے۔"

مذکورہ اقتباس کے تناظر میں ڈاکٹر اوج کا منہج تحقیق ملاحظہ ہو:

(۱) ڈاکٹر اوج نے آیات کے سات تراجم تحریر کئے ہیں۔ جبکہ مولانا عبد الماجد کا ترجمہ شامل نہیں کیا گیا ہے۔

(۲) مولانا عبد الماجد کا ترجمہ شامل مقالہ نہیں اس کے باوجود اس ان دیکھے ترجمے میں موصوف کو کاملیت کا رنگ دکھائی دے رہا ہے۔

(۳) ایک طرف ڈاکٹر اوج ابو منصور کے ترجمے میں کاملیت کے داعی ہیں تو دوسری طرف ان ہی کے ترجمے کو جزوی کامل قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ حقیقت ہے کہ مولانا ابو منصور نے اپنے ترجمے میں دونوں "لک" کا ترجمہ کیا ہے ڈاکٹر اوج بلا دلیل ان کے ترجمے کو جزوی کاملیت کا حامل قرار دے رہے ہیں۔ اس مرحلے پر ایک قاری، ڈاکٹر اوج سے سوال کرتا ہے: کیا اس قسم کے منہج کا حامل کوئی پی ایچ ڈی مقالہ ہو سکتا ہے؟

موصوف لکھتے ہیں کہ: "الذی انقض ظھرک" میں کمر توڑنے سے جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ ہمارے نزدیک حضور کے شایان شان نہیں نظر نہیں آتا۔

یہ ترجمہ مولانا اصلاحی، مولانا مودودی اور مولانا ابو منصور نے کیا ہے جبکہ پیٹھ توڑنے سے ترجمہ مولانا احمد رضا خاں اور مولانا امر تسری نے کیا ہے"

علامہ عزیز الحق کوثر ندوی لکھتے ہیں: "قرآن مجید کا ارشاد کہ "اس بوجھ نے آپ کی پیٹھ کو توڑ دیا تھا" ایک استعارہ سے جیسے استعارہ تمثیلیہ کہتے ہیں اور عربی کا یہ بڑا بلیغ اسلوب ہے۔ یہ محاورہ ہے اور اردو میں بھی ہے چنانچہ اس مصیبت نے کمر توڑ دی سب جانتے ہیں اس کے ظاہری معنٰی مراد نہیں یہ تو مجاز اور استعارہ ہے جس سے کلام کا اثر بڑھ گیا۔" (جواہر البیان فی تفسیر القرآن، جلد دوم، ص۲۸)

مولانا محمد طفیل احمد قادری لکھتے ہیں: "محاورہ کہتے ہیں دو یا دو سے زیادہ لفظوں کا مجموعہ جو مصدر سے مل کر بنے اور حقیقی کے بجائے معنی مجازی میں مستعمل ہو۔ مثلاً تین پانچ کرنا، چولی دامن کا ساتھ ہونا، طوطا اڑنا وغیرہ۔ امام احمد رضا بریلوی نے اپنے شعری مجموعہ حدائق بخشش کی طرح اپنے تفسیری ترجمہ "کنز الایمان میں بھی محاورات کا بھرپور استعمال کیا ہے۔" (انوار کنز الایمان، ص۵۱۶، مزید تفصیل کے لیے ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی کا مقالہ "کنز الایمان میں محاوروں کی بہار" مشمولہ ماہنامہ معارفِ رضا، جون ۲۰۰۶ء)

مذکورہ حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ "النقض ظھرک"

(۱) ایک استعارہ ہے

(۲) یہ استعارہ تمثیلیہ کہلاتا ہے۔

(۳) یہ ایک محاورہ ہے جو حقیقی کے بجائے مجازی معنٰی میں مستعمل ہے۔

(۴) روزمرہ کا تعلق حقیقی معنوں سے ہوتا ہے اور محاورے کا تعلق مجازی معنوں سے ہوتا ہے۔

اکثر مترجمین نے کمر توڑنے کا محاورہ استعمال کیا ہے جبکہ مولانا احمد رضا خاں اور مولانا امر تسری نے پیٹھ توڑنے کا محاورہ استعمال کیا اصول ادب کے تحت محاورات کا حقیقی معنٰی لینا خلاف ضابطہ ہے اس لیے اس کے محاورے "کمر توڑنا" کے مجازی معنی ہوئے۔ (۱) مایوس ہونا (۲) ناامید ہونا (۳) ہمت توڑنا۔ (فیروز اللغات)

اس قرآنی محاورے میں مجازی معنی کے طور پر حضور ﷺ کی دل جوئی اور اپنائیت کا اظہار کیا گیا کہ:

(۱) اے رسول ﷺ تم ناامید تھے ہم نے تمہیں اپنی تائید و نصرت سے پر اُمید کر دیا۔

(۲) اے رسول ﷺ تم نے ہمت توڑ دی تھی ہم نے تمہیں فتح و نصرت سے ہم کنار کر دیا۔

(۳) اے رسول ﷺ تم مایوس ہو گئے تھے ہم نے تمہیں خوشخبری دینے والا بنایا۔

اس محاورے کو جس جہت سے دیکھا جائے حضور کی نعت معلوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اوج روزمرہ اور محاورے میں فرق نہیں کر پا رہے اور محاورے کے حقیقی معنی مراد لینے پر اصرار کر رہے ہیں جو نہ صرف اصولِ تحقیق بلکہ اردو ادب کے بھی خلاف ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں مترجم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس محاورے کا مجازی ترجمہ کرے یا قرآنی محاورے کا ترجمہ محاورے کے تحت کرے اس تناظر میں مولانا احمد رضا خاں نے قرآنی محاورے کا ترجمہ اردو محاورے کے تحت کیا ہے جو قرآنی اسلوب کا عکاس ہے تو دوسری طرف اس میں ادبیت، معنویت اور اثر پزیری زیادہ پائی جاتی ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (الضحیٰ: ۷)

(۱) اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔ (مودودی)

(۲) اور تمہیں بے خبر پایا تو رہنمائی کی۔ (امر تسری)

(۳) اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ (پیر کرم شاہ)

(۵) اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سمجھائی۔ (محمود الحسن)

(۶) اور آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتا دیا (عبد الماجد)

(۷) اور تجھے بھٹکا ہوا پا کر تیری رہنمائی (نہیں) کی؟ (ابو منصور)

(۸) جویائے راہ پایا تو راہ نہ دکھائی (اصلاحی)

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں کہ: "ہمارے نزدیک یہ تقریر سیاق کلام کے پہلو سے نہایت مناسب ہے کیوں کہ فھدیٰ کا صحیح محل "جویائے راہ" سے ہی سمجھ میں آسکتا ہے اور یہ ترجمہ امین اصلاحی کا ہے"

مولانا اصلاحی کے ترجمے کا طائرانہ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا آیت میں "و" اور صیغۂ مخاطب "ک" موجود ہے لیکن مولانا امین احسن اصلاحی کا ترجمہ "و" اور صیغۂ مخاطب کے ترجمے سے عاری دکھائی دیتا ہے ترجمے میں اس واضح سقم کے باوجود مولانا امین اصلاحی

سے جذباتی لگاؤ کی وجہ سے اس سقم پر موصوف تبصرہ کرنے سے قاصر دکھائی دیتے ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں کہ مترجم کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر لفظ کا ترجمہ ضرور کرے۔"

موصوف لکھتے ہیں کہ "واضح ہو کہ ہمارے ہاں احمد رضا کے ترجمے کو سب سے زیادہ پسند کیا گیا ہے چنانچہ ضروری ہے کہ ایک نظر ان کے ترجمے پر بھی ڈال لی جائے مولانا بریلوی نے اپنے ترجمے میں لفظ "اپنی" کا استعمال دو مرتبہ کیا ہے ملاحظہ ہو: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"

اگر اس میں پہلی "اپنی" سے مراد حضور ﷺ کی ذات اور دوسری اپنی سے مراد متکلم یعنی رب العزت کی ذات ہے تب اس ترجمہ سے جو مضمون متشرح ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ قبل از اعلان نبوت "اپنی محبت میں" کھوئے تھے۔ پھر اللہ نے آپ ﷺ کو ان کی ذات سے قطع کر کے اپنی طرف کر لیا۔ اگر اس تاویل کو قبول کیا جائے تو آیت بلاشبہ اپنے سیاق میں تو صحیح ہو گی مگر معنوی حسن و کمال سے خالی ہو جائے گی۔

ڈاکٹر اوج اس تاویل کے ماخذ کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں جس کی تائید مولانا احمد رضا کے انگریزی کے ترجمہ نگار ڈاکٹر حنیف فاطمی سے ہوتی ہے ملاحظہ ہو:

"And Did not he Find you in love with your self and on your on"

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تحقیقی اصول کے تحت کنزالایمان کا انگریزی ترجمہ اس تاویل کا ماخذ بن سکتا ہے جبکہ اس آیت کی تشریح کے لیے مختلف تفاسیر و حواشی کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً خزائن العرفان از مولانا سید نعیم الدین مرادبادی۔ لیکن ایسا نہیں کیا جو اصول تحقیق کے خلاف ہے۔ جب ان تفاسیر کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا یہ انگریزی ترجمہ ان کی تاویل سے مطابقت نہیں رکھتا ڈاکٹر اوج کے لیے مناسب تھا کہ اس آیت کی "تاویل" کا مرکز ان تفاسیر کو بناتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

ڈاکٹر اوج مزید فرماتے ہیں کہ "تاویل کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اس میں پہلی "اپنی" سے مراد جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کو لیا جائے اس طرح دوسری "اپنی" سے مراد بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو لیا جائے احمد رضا کا ترجمہ اگر اس تاویل کا آئینہ دار ہیں تو اپنی محبت میں خود رفتگی کے بعد اپنی طرف راہ دینے کا مفہوم کچھ عجیب سا لگتا ہے اس لیے کہ خدا کی محبت میں خود رفتگی پانے کے بعد اپنی طرف راہ دینا تحصیل حاصل ہے یا کم از کم از دیادِ نعمت ہرگز نہیں۔"

ڈاکٹر اوج کے اس تحقیقی تجزیے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ موصوف قرآن کے محدود فہم کی وجہ سے مولانا احمد رضا کے ترجمے کی گیرائی و گہرائی تک پہنچنے سے قاصر دکھائی دیتے ہیں۔

اس ترجمے "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" کی ثقاہت کے لیے دلائل قرآنی آیات سے ملاحظہ ہوں۔

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کس قدر خود رفتہ تھے اس کیفیت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ رات کو اتنا زیادہ قیام فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پیروں پر ورم آجاتا"

حضور ﷺ کی اس خود رفتگی پر اللہ تعالیٰ نے اپنی از دیادِ نعمت کا اظہار فرما کر اپنی راہ یوں دی۔

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ (سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل، آیت: ۲،۳)

ترجمہ: اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔

اے محبوب ﷺ طویل قیام اللیل تمہاری شان خود رفتگی کا تقاضا ہے جبکہ معبودِ حقیقی کی رحمت و نعمت کا تقاضا یہ ہے کہ تم اتنی مشقت میں نہ پڑو بلکہ کچھ آرام بھی کر لیا کرو ہم نے تمہیں اختیار و رضا کی راہ عطا کر دی چاہو تو نصف رات یا اس سے بھی کم

فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ (سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل، آیت: ۲۰)

ترجمہ: تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی پس تم اتنا قرآن پڑھ لیا کرو جتنا تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ (سُوْرَةُ الْاَعْلٰى، آیت: ٦)

ترجمہ: اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کثرتِ تلاوتِ قرآن پاک تمہاری شانِ خود رفتگی کا تقاضا ہے جبکہ معبودِ حقیقی کی رحمت و نعمت کا تقاضا یہ ہے کہ تم حفظِ قرآن کی مشقت میں اتنا نہ پڑو بلکہ ہم تمہیں ایسا حفظ کرائیں گے کہ تم اسے کبھی نہیں بھولو گے۔

حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں۔ "یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کریم ﷺ کو بشارت ہے کہ آپ کو حفظِ قرآن کی

نعمت بے محنت عطا ہوگی اور یہ آپ کا معجزہ ہے کہ اتنی بڑی کتاب بغیر محنت ومشقت اور بغیر تکرار ودور کے آپ کو حفظ ہوگئی۔"(خزائن العرفان)

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۚ ۝ (سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی، آیت:۸)

ترجمہ: اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کر دیں گے۔

اے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ محنت و مشقت تمہاری شانِ خود رفتگی کا تقاضا ہے جبکہ معبودِ حقیقی کی رحمت ونعمت کا تقاضا یہ ہے کہ: ہم نے تمہارے لیے آسانی کا سامان مہیا کر دیا یہ تسہیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے۔

ضیاءالامت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم نے آپ کے لیے اس (شریعت) پر کاربند ہونا آسان بنادیا۔" (ضیاءالقرآن، جلد پنجم، ص ۵۴۳)

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ۝ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚ ۝ (سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃ، آیت:۱۶،۱۷)

اے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تعجیل حفظِ قرآن میں محنت مشقت تمہاری شانِ خود رفتگی کا تقاضا ہے۔ جبکہ معبودِ حقیقی کی رحمت ونعمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم قرآن کو تمہارے سینہ مبارک میں اس طرح محفوظ کر دیں گے کہ اس کی تفہیم تمہارے لیے آسان ہو جائے۔

ان دلائل کی روشنی میں مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ (اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی) قرآنی آیات کا ترجمان اور عقیدہ کا پاسبان ہے جس سے ڈاکٹر اوج کی تحقیق مجروح اور مخدوش قرار پاتی ہے۔

ڈاکٹر اوج جس ترجمے کو اپنے محدود علم کی وجہ سے "عجیب" قرار دے رہے ہیں اس پر مشاہیر اہلِ علم ودانش کی آرا ملاحظہ ہوں:

محمد شمشاد حسین رضوی (انڈیا) لکھتے ہیں: "سورۃ والضحیٰ میں ایک آیت ووجدک ضالا آئی ہے عام مترجمین نے ضالاً کے لفظیاتی نظام میں الجھ کر رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو گمراہ اور راہ سے بھٹکا ہوا بتادیا، لیکن امام احمد رضا کا عشق وکمال اور بالغ نظری دیکھئے کہ انہوں نے اس ضالاً کا اس خوب صورت انداز میں ترجمہ کر دیا کہ ذوقِ جمال بھی مستی میں جھومنے لگا اور طبع نازک بھی مچل مچل سی گئی۔ آپ یوں ترجمہ فرماتے ہیں "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" اس ترجمہ میں نہ گمراہ کا لفظ آیا نہ ہی راہ سے بھٹکا ہوا۔ کہ دونوں لفظ شانِ رسالت مآب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلاف ہیں اور خود رفتہ ایک ایسا لفظ ہے جو ادب واحترام، عزت ووقار کا آئینہ دار ہے اور ناموس عشق کا تحفظ کر رہا ہے کیا کنزلایمان کا یہ لفظ حیرت میں ڈالنے والا نہیں۔" (انوار کنزالایمان، ص ۴۷۵)

مفتی سید شاہد رضا، جاگل پور لکھتے ہیں: "ووجدك ضالاً فهدیٰ، ترجمہ "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" اس ترجمے میں محبت، خود رفتہ اور راہ کا انتخاب کر کے عمدگی سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ترجمہ زبان وبیان کی خوبیوں کے ساتھ جمالیات کا عمدہ نمونہ بن گیا۔" (انوار کنزالایمان، ص ۵۱۱)

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا) رقم طراز ہیں "تمام مترجمین کرام نے ضالاً کا ترجمہ بھٹکا ہوا، گم کردہ راہ وغیرہ کے معنی میں استعمال کیا ہے جو صریحاً غلط اور بے ادبی پر دال ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شانِ اقدس میں یہ کہنا کہ بھٹکا ہوا یہ صریح گستاخی ہے۔۔۔ اعلیٰ حضرت نے اس قدر باادب اور نفیس ترجمہ کیا ہے کہ آپ اسے کسی زبان میں منتقل کریں کسی صورت بے ادبی اور غلط فہمی کا احتمال باقی نہیں رہتا الفاظ پر غور کیجیے: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"۔ (انوار اکنزالایمان، ص ۵۳۳)

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری (ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور) مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: گذشتہ دنوں جب مولانا عبدالقیوم ہزاروی (مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) نے ازراہ کرم مجھے مولانا احمد رضا خاں مرحوم کے ترجمہ قرآن کا تحفہ دیا تو خاکسار نے اس ترجمہ کو مقدور بھر غور سے پڑھا۔ اس ترجمہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے ترجمہ قرآن میں حامل قرآن کے مقام بلند کے آداب کو نگاہ میں رکھا ہے اور آپ نے سورۃ الضحیٰ کی آیت " ووجدک ضالاً فھدی" کا جو ترجمہ: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" کیا ہے۔ یہی زیادہ مناسب ہے۔

(مجلہ تعارف فتاویٰ رضویہ جدید، ص ۲۱، باہتمام رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۳ء)

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں: "ووجدک ضالاً فھدیٰ" کے ترجمے کو دیکھ لو، قرآن پاک شہادت دیتا ہے ماضل صاحبکم وماغوی، "رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے" ضل ماضی کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد

وافکار کے رنگ میں ان کا کوئی سامفہوم اخذ کر لیتے ہیں ووجدک ضالا کا ترجمہ ماضل (گمراہ نہیں ہوئے) کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمتِ رسول ﷺ کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو، انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے!

شیخ الھند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں:

"اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سجائی"

کہا جاسکتا ہے کہ مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہو گئی آیئے ادیب شاعر، مصنف اور صحافی مولانا عبد الماجد دریا آبادی کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کا ترجمہ ہے:

"اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا"

مولانا دریا آبادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجئے اس دور میں اردوئے معلیٰ میں لکھنے والے اہلِ قلم حضرت مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجئے ان کا ترجمہ یوں ہے:

"اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی"

پیغمبر کی گمراہی اور ہدایت یابی میں جو جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھئے اور پھر کنزالایمان میں امام احمد رضا خاں کے ترجمے کو دیکھئے

بیا و رید گر اینجا بود سخن دانے
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

امام (احمد رضا) نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے فرماتے ہیں: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"۔ (امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۸)

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں: "بے شک ضلالاً میں بے خبری کا معنی پایا جاتا ہے اور بے خبر ہونا ضال کا تقاضا بھی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز سے بے خبری؟ کسی نے بے خبری کو راہ شریعت سے بے خبری پر محمول کیا کسی نے راہ ہدایت سے بے خبری پر اور کسی نے راہ حق سے عدم آگہی پر لیکن علیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے وفور محبت سے خود سے بے خبری پر محمول کیا۔ یعنی حضور ﷺ وفور محبت الٰہی میں اس قدر مستغرق تھے کہ آپ کو اپنی ذات تک کی خبر نہ رہی "تاریخی تناظر میں بھی یہی حق و صواب ہے

کہ حضور ﷺ بعثت سے پہلے چالیس سال اور غار حرا کی تنہائیوں میں یادِ الٰہی میں مصروف رہے تھے۔ چنانچہ ختمی مرتبت ﷺ کی عشق الٰہی میں استغراق و محویت کی اسی کیفیت کو ترجمے کے قالب میں ڈھالتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ فرمایا: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"

یعنی اے محبوب ﷺ جب تیری محبت و محویت اس کمال تک پہنچ گئی کہ تجھے نہ اپنی خبر رہی نہ دنیا مافیہا کی یعنی جب تیرا استغراق وانہماک اپنے نقطہ عروج کو چھونے لگا تو "فھدٰی" ہم نے تمام حجابات مرتفع کر دیے۔ تمام پردے اٹھادیے۔ تمام دوریاں مٹادیں۔ تمام فاصلے سمیٹ دیے اور اپنی بارگاہِ صمدیت میں مقام محبوبیت پر فائز کر دیا اعلیٰ حضرت نے محب و محبوب کے مابین چاہت و محبت کی کیفیات اور کمال درجہ احوال و دلربائی کا لحاظ کرتے ہوئے اس انداز سے ترجمہ کیا کہ لغت و ادب کے تقاضے بھی پورے ہو گئے اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے ادب کا دامن بھی ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پایا" (کنزالایمان کی فنی حیثیت، ص ۳۲)

فکری تضاد کی جھلک:

مولانا احمد رضا کے ترجمے "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" سے متعلق ڈاکٹر اوج اپنی رائے یوں پیش کرتے ہیں:

(۱) معنوی حسن و کمال سے خالی ہے۔
(۲) مفہوم کچھ عجیب سا لگتا ہے۔
(۳) کم از کم ازدیاد نعمت پر گز نہیں۔

گذشتہ سطور میں اس ترجمے سے متعلق موصوف کے تمام دعوے مخدوش و مجروح ہو چکے ہیں۔ یہاں ان کے فکری تضاد کی ایک جھلک دکھانا مقصود ہے کہ ایک طرف تو مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے سے متعلق ڈاکٹر اوج کی کج روی کا یہ عالم ہے تو دوسری طرف موصوف اسی ترجمے کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے یوں دکھائی دیتے ہیں: "بعض مترجمین نے کچھ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو کسی بھی طرح مناسب رسالت نہیں مثلاً راہ حق کی تلاش میں بھٹکا بھٹکا اور بھٹکتا جیسے الفاظ جس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کسی طرح جائز نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ناواقف، ناواقف راہ اور بے خبر کے الفاظ گو اول الذکر کے مقابلے میں ہلکے ہیں مگر یہ بھی حضور ﷺ کے شایان شان نہیں التبہ جویائے راہ،

اپنی محبت میں گم، اپنی محبت میں خود رفتہ اور متوالا کے الفاظ سے سیاق کلام کا تقاضا بھی مکمل ہو جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی ان کے شایانِ شان لگتی ہے"۔ (جام نور دہلی، اپریل ۲۰۱۱ء) مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے (اپنی محبت میں خود رفتہ) سے متعلق موصوف رقم طراز ہیں:

(۱) سیاق کلام کا تقاضا بھی مکمل ہو جاتا ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان الفاظ کی نسبت بھی ان کے شایان شان لگتی ہے۔

ڈاکٹر اوج کو اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں یہ ترجمہ عجیب سالگ رہا ہے۔ اور جام نور دہلی کی اشاعت میں مولانا احمد رضا خاں کا یہی ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ ڈاکٹر اوج کے یہ دونوں مؤقف بہ یک وقت درست نہیں ہو سکتے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ماحصل: (Findings)

(۷۰) ڈاکٹر اوج نے ساتھ تراجم نقل کیے ہیں مگر مولانا عبد الماجد کا ترجمہ شاملِ تحقیق نہیں۔

(۷۲) غیر حاضر دماغی کا عالم یہ ہے کہ مولانا عبد الماجد کا ترجمہ شامل نہیں۔ مگر غیب سے موصوف کو اس میں کاملیت کا رنگ دکھائی دے رہا ہے۔

(۷۳) مولانا ابو منصور نے آیت میں مذکور دونوں "لک" کا ترجمہ کیا ہے جبکہ ڈاکٹر صاحب کو صرف ایک "لک" کا ترجمہ دکھائی دے رہا ہے۔

(۷۴) اردو ترجمے کے انگریزی ترجمے کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے اور نہ ہی انگریزی ترجمہ اردو ترجمے کے مفہوم کا احاطہ کرتا ہے۔

(۷۵) ڈاکٹر اوج محاورے اور روزمرہ میں فرق نہیں کر پا رہے۔

(۷۶) بلا دلیل وعیدِ الٰہی کو بددعا اور کوسنے سے منسوب کیا گیا ہے۔

(۷۷) مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ازدیادِ نعمتِ الٰہی کا مظہر ہے۔ جس پر کئی قرآنی آیات شاہد ہیں لیکن موصوف کو مولانا احمد رضا کے ترجمے میں ازدیادِ نعمتِ الٰہی دکھائی نہیں دے رہی۔

(۷۸) ڈاکٹر اوج کو اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے میں مولانا احمد رضا کا ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں لگ رہا لیکن جام نور دہلی کی اشاعت میں یہی ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان دکھائی دیتا ہے۔

(۷۹) ڈاکٹر اوج نے "الم نشرح لك صدرك O نیز ورفعنالک ذکرك" میں "نیز" کو آیت کے متصل لکھ دیا ہے جو آیت کے میں الحاق معلوم ہوتا ہے "نیز" کو علیحدہ یا بریکٹ میں لکھنا چاہیے تھا۔

(۸۰) مجموعی طور پر مولانا احمد رضا کے ترجمے کو تمام تراجم پر فوقیت حاصل ہے۔

(۸۱) مطلق ترجیح ۱۸ مقامات پر حاصل ہے جس میں مولانا احمد رضا کا کوئی ثانی نہیں۔

(۸۲) مزید گیارہ مقامات میں مولانا احمد رضا کو ترجیح حاصل ہے لیکن دیگر مترجمین نے آپ کی پیروی میں ہی ترجمہ کیا ہے۔ یاد رہے کہ ان مترجمین کے تراجم مولانا احمد رضا کے بعد کے ہیں جس پر ان کا رنگ نمایاں دکھائی دے رہا ہے۔

(۸۳) مولانا احمد رضا کے ترجمے پر آٹھوں مترجمین میں سے کسی کو بھی فوقیت حاصل نہیں۔

(۸۴) الفیل، آیت نمبر ۴، التکاثر، آیت نمبر ۵ تا ۷، کے تراجم میں مولانا احمد رضا اور دیگر تراجم میں مماثلت پائی جاتی ہے اس لیے اس پر مزید بحث نہیں کی۔

(۸۵) مجموعی طور پر ڈاکٹر صاحب کے پورے مقالے خاص طور پر موضوع تحقیق کے ۲۹ مقامات پر مکمل طور پر بحث کی گئی ہے۔

آخر میں ڈاکٹر محمد شکیل اوج کی نذر علامہ اصغر علی روحی کا یہ اقتباس کرتا ہوں: "یورپ کے اکثر محققین کا شیوہ ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اقرار خود کر لیا کرتے ہیں اور پھر اس کی تشہیر بھی خود ہی کر دیتے ہیں۔ غور کرو تو یہ عادت واقعی سلامتِ طبع کا نتیجہ ہے ورنہ ہمارے موجودہ علمائے اسلام میں اکثر ایسے اصحاب موجود ہیں کہ باوجود دل میں غلطی سے آگاہ ہو جانے کے بھی اپنی بات پر بے معنی زور دیے چلے جاتے ہیں۔ گویا مخالف کی بات مان لینے کو اپنی ہتک سمجھا جاتا ہے۔ مگر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا شیوہ یہ نہیں تھا۔"

واثق امید ہے کہ موصوف اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کی آئندہ اشاعت میں نظر ثانی فرمائیں گے اور قبولیت حق میں کوئی شرم محسوس نہیں کریں گے۔ اگر مذکورہ ۸۵ ماحصلات غلط ہوں تو دلائل سے رہنمائی فرمائیں وہ قبول کیے جائے گے کیوں کہ حقائق کے قبول کرنے میں اہلِ علم و دانش کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

(مقالے کی کمپوزنگ میں کہیں کہیں املا کی اغلاط نظر سے گزری ہیں انہیں آئندہ کتابی اشاعت میں درست کر دیا جائے گا۔)

اجارہ کا مفہوم، اقسام و شرائط اور فتاویٰ رضویہ

صبا نور (پی ایچ ڈی اسکالر، فیصل آباد، پاکستان)

اجارہ کا مفہوم

اجارہ ٹھیکہ مزدوری نوکری اور کرایہ کو کہتے ہیں اور دوسرے لفظوں میں اجارہ کسی چیز کا منافع کسی عوض پر دینے کو "اجارہ" کہتے ہیں۔

اجارہ لغت میں کسی منفعت کی "بیع" کا نام ہے۔ اہل مدینہ نے اس اجارہ کا نام بیع رکھا اور اس بیع سے اُن کی مراد "منفعت کی بیع" تھی۔ اس لئے اس عقد میں منفعت کے بدل کو "اُجرت" کہا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو لوگ چیزوں کو اُجرت پر لیتے دیتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا: آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی، آپ ﷺ کی خاموشی بھی سنت کی ایک قسم ہے۔ عقد اجارہ شریعت نے ہر حاجت کے لیے اس حاجت کے ساتھ مخصوص ایک عقد باہمی معاملہ کو جائز ٹھہرایا۔ کسی عوض کے بدلے ایک معین شے کی ملکیت کے لیے ایک عقد کو جائز ٹھہرایا اور وہ ہے "عقد بیع"۔ اسی طرح بغیر عوض کے ایک شے کی صرف منفعت کی ملکیت کے لیے عاریۃً شے دینے کو جائز ٹھہرایا۔ اگر عقد اجارہ کی شدید حاجت کے باوجود اگر اجارہ کو جائز نہ ٹھہرایا جاتا تو معاشرے میں بسنے والے انسانوں کے لیے اپنی اس حاجت کو پورا کرنے کے لیے کوئی راستہ نہ ہوتا۔ اور دین اسلام انسانوں کو تنگی میں نہیں ڈالتا بلکہ یہ شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔

اجارہ کسی شے کی نفع کے عوض کے مقابلے میں کسی شخص کو ایک مخصوص مدت کے لیے اس شے کا مالک کر دینا ہوتا ہے۔ مالک کو آجر، موجر اور کرایہ دار کو متاجر اور اُجرت پر کام کرنے والے کو اَجیر کہتے ہیں اور جس نفع پر عقد اجارہ منعقد ہو اُس شے سے نفع اٹھانا مقصود ہو۔ اور اگر اس شے سے منفعت مقصود نہ ہو تو یہ اجارہ منعقد نہیں ہوا۔[۱]

اجارہ کا مفہوم

اجارہ اَجَرَیا جِزْ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی اُجرت، مزدوری یا مشاہرہ ہے۔[۲]

اجارہ کی تعریف مختلف علماء کرام نے اس طرح کی ہے:

"الاجارة عن العقد علی منافع بعوض هو مال تمليك المنافع بعوض اجارة و بغير عوض اعارة"[۳] اجارہ اس معاہدے سے عبارۃ ہے کہ جو کسی معاوضہ کے بدلے منفعت پر کیا جائے۔ یہ معاوضہ (عام طور) پر مال ہوتا ہے اور معاوضہ کے بدلے منفعت کا مالک ہونا اجارہ ہے اور بغیر معاوضہ کے (منفعت) کا مالک ہونا عاریت ہے۔

"اجارة عقد علی المنافع بعوض"[۴] قد اجارہ ایک معاملہ ہے جو کسی معاوضہ کے بدلے کسی منفعت پر کیا جائے۔

"اعلم ان الاجارة عقد علی المنفعة بعوض هو مال"[۵] عقد اجارہ عوض یعنی مال کے بدلہ میں منفعت کا عقد ہے۔

کسی شے کے نفع کے عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ مزدوری پر کام کرنا، ٹھیکہ، کرایہ، نوکری یہ سب اجارہ ہی کی اقسام ہیں۔ منافع پر عقد کی شرعاً دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک بغیر عوض کے ہے جیسے عاریت اور خدمت وصیت اور دوسری قسم عوض کے بدلہ میں منافع پر عقد کیا جائے، یہ اجارہ کہلاتا ہے۔[۶]

اجارہ کی اقسام

علما نے اجارہ کی دو اقسام بیان کی ہیں:

(۱) ایک نفع پر اجارہ

(۲) اعمال پر اجارہ

پہلی ایک قسم کا تعلق کسی شے کے منفعت سے ہے مثلاً اراضی، مکانات، مویشی، کپڑے وغیرہ اشیا کا کرایہ پر لینا۔ ان اشیاء کی بابت جو بھی معاہدہ کیا جائے گا وہ ان اشیاء کی منفعت پر عائد ہو گا۔ چنانچہ زمین کرایہ پر لینے کی غرض سے اس سے پیداوار حاصل کرنا ہے۔ جانوروں کو سواری کے لیے اور کپڑوں زیورات کو استعمال کے لیے کرائے پر لیا جاتا ہے۔ لہٰذا ان سب اشیاء سے منفعت حاصل کرنا مقصود ہو گا۔

دوسری قسم اجارہ کی وہ ہے جس کا تعلق محنت سے ہے۔ مثال

کے طور پر پیشہ وروں سے مزدوری پر کام لینا جو ان کا پیشہ ہے جیسا کہ اَجیر خاص اور اَجیر الواحد کے معاملے میں ان کی محنت کے نتیجہ میں جو بھی فائدہ حاصل ہو۔[۷]

علامہ کاسانی بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں: "اجارہ ایک ہی قسم کا نام ہے کیونکہ اجارہ منفعت کی بیع کا نام ہے اور مقصود علیہ دونوں قسموں میں منفعت ہے۔ البتہ منفعت اپنے محل کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے۔ مکانوں کی منفعت رہائش سے، کپڑے، زیورات کی منفعت خدمت سے، کاریگر کی منفعت اس کے عمل سے مثلاً دھوبی درزی وغیرہ سے حاصل کی جاتی ہے۔" یعنی شریعت میں اجارہ کی کوئی اقسام نہیں۔ اجارہ کسی شے کے عوض منفعت کی بیع کا نام ہے۔[۸]

اجارے کو ہم یہاں تین اقسام میں پیش کریں گے۔

۱۔ اجارہ منقولہ و غیر منقولہ اشیاء
۲۔ اَجیر خاص
۳۔ اَجیر مشترک

اجارہ منفعت کی بیع کا نام ہے نہ کہ عین کی بیع کا، عین شے کو کہتے ہیں جن کا اجارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ عقد اجارہ کے اندر صرف شے سے فائدہ اٹھانا مقصود ہوتا ہے نہ کہ عین (شے) کو ہلاک کرنے کا۔ تمام علماء کرام اس بات پر متفق ہیں جو اجارہ بھی کسی عین شے کو ہلاک کرنے پر منعقد ہو وہ باطل ہے۔ درختوں کا پھل کھانے کے لیے اسے اجارہ پر لیا تو ناجائز ہوگا کیونکہ پھل عین ہے اور عین اشیاء کا اجارہ نہیں ہو سکتا۔ مچھلی پکڑنے کے لیے تالاب کو کرایہ پر لینا جائز نہیں۔ چراگاہ کو کرایہ پر لینا کیونکہ گھاس عین ہے جس کا اجارہ نہیں ہو سکتا۔[۹]

۱۔ اجارہ منقولہ و غیر منقولہ اشیاء

اجارہ منقولہ: منقولہ اشیاء مثلاً سامان، کپڑے، برتن، زیور وغیرہ کے استعمال میں لانے کے لیے ان کو کرایہ پر حاصل کیا جاتا ہے۔ ان اشیاء کو کرائے پر حاصل کرنے کے لئے شرعاً کچھ اصول و ضوابط ہیں۔ کپڑے برتن سامان وغیرہ کو اگر اُجرت پر حاصل کیا جائے تو اس قسم کے اجارے میں مدت کا بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جانور کو سواری کے لیے یا سامان وغیرہ لادنے کے لیے یا زمین جوتنے کے لیے کرایہ پر لینا درست ہے۔ جانوروں کو بھی کرایہ پر لینے کے بارے میں چند باتیں ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

ہر وہ شے جو کرایہ پر لی جائے خواہ وہ جانور ہو یا سامان، مکان، زیورات، کپڑے وغیرہ۔ اگر اس طرح خراب ہو جائے کہ اس کو استعمال نہ کیا جا سکے تو ناکارہ ہونے کے بعد سے اس کا کرایہ ساقط ہو جائے گا۔ خراب ہونے سے پہلے جتنے روز استعمال رہا ہے اس کا کرایہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔[۱۰]

اجارہ غیر منقولہ: غیر منقولہ اشیاء میں گھر دکانوں اراضی وغیرہ کو کرائے پر لیا جاتا ہے۔ ان اشیاء کے کرائے پر لینے کے بارے میں علماء کرام میں اتفاق ہے۔ دکان و مکان کا کرایہ پر دینا بغیر کسی تفصیل کے کہ اس میں کس طرح رہائش کی جائے، درست ہے۔

مکانوں دکانوں کی طرح اراضی زرعی کو کرایہ پر دینے کے وقت ضروری ہے کہ اس میں جو کچھ بویا جانا ہے وہ جنس بتادی جائے مثلاً گندم مکئی چاول وغیرہ تاکہ اس کا علم نہ ہونے کے باعث نزاع نہ پیدا ہو (جھگڑا کی صورت پیدا نہ ہو)۔ ایسی زمین کا اجارہ درست نہیں ہوتا جو ناقابل زراعت ہو، جو زمین بنجر ہو یا وہ زمین جہاں پانی نہ پہنچ سکتا ہو۔[۱۱]

۲۔ اَجیر خاص

اَجیر خاص کو اَجیر الواحد بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ ملازم ہے جو ایک خاص وقت میں اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر دے۔ اس ملازم کے لیے درست نہیں کہ وہ مستاجر کے علاوہ کسی اور کے کام میں اپنا وقت صرف کرے جیسے نوکری کرنے والے ملازمین، اساتذہ جتنا کام کریں گے اسی حساب سے ان کی تنخواہ وضع ہوگی۔

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اَجیر خاص کا وقت بکا ہوتا ہے۔ اس وقت میں اُس کے لیے حرام ہے کہ وہ کسی کام سے انکار کرے۔ وقت مقررہ پر حاضر ہو جتنا کام کرے گا اسی حساب سے تنخواہ وضع ہوگی۔"[۱۲]

اَجیر خاص کے پاس چیز امانت ہے۔ ضائع ہو جانے پر اَجیر خاص پر ضمان واجب نہیں اگرچہ اس کے فعل کی وجہ سے تلف ہو۔ قصداً تلف کرنے پر تاوان واجب ہوگا۔ اگر غیر ارادی طور پر کوئی نقصان کرے تو اس سے کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا۔

۳۔ اَجیر مشترک

مشترک اَجیر وہ ہے جو ایک ہی شخص کے کام کرنے کا پابند نہ ہو خواہ وہ دوسروں کا کام کرے یا نہ کرے۔ مثال کے طور پر درزی، دھوبی،

بڑھئی وغیرہ کاریگر پیشہ ور اُجرت پر ہر شخص کا کام کرتے ہیں۔ اَجیر مشترک میں مدت کا بیان بھی شرط نہیں ہے۔ مثلاً درزی یا دھوبی کو کچھ کپڑے دیئے کہ انہیں دھوئے یا سلائی کر دے۔ تو یہ اجارہ مدت کے بغیر بھی جائز ہو گا۔

اَجیر مشترک سے اگر نقصان ہو جائے تو تاوان واجب ہو گا۔ [۱۳]

اجارہ کی شرائط

عقد و اجارہ کے لیے چند شرائط ہیں جو اجارہ کے لیے لازمی ہیں۔ تمام آئمہ کرام کے نزدیک اجارہ کی وہی شرائط ہیں جو بیع کی ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ بیع میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اُس کے لیے مقررہ مدت کا بیان نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اجارہ میں مدت کا بیان کرنا شرط ہے۔ حنفی فقہا کے نزدیک اجارے کی شرائط چار ہیں:

۱۔ شرائط انعقاد

۲۔ شرائط صحت

۳۔ شرائط لزوم

۴۔ شرائط نفاذ [۱۴]

۱۔ شرائط انعقاد

عقد اجارہ میں جب تک یہ شرائط نہ پائی جاتی ہوں عقد اجارہ قائم نہیں ہو سکتا۔ پہلی شرط عقل ہے عاقد کا عقل مند ہونا ضروری ہے۔ مجنون اور ناسمجھ آدمی نے اجارہ کیا تو وہ اجارہ منعقد نہیں ہو گا۔ ذی شعور نابالغ کا کیا ہوا معاہدہ منعقد تو ہو جاتا ہے لیکن ولی کی اجازت کے بغیر اس پر عمل درآمد نہیں ہو گا۔ اگر کسی عاقل بچے نے جس کو عقد کی اجازت نہیں دی گئی اپنے آپ کا اجارہ کیا اور پھر اسی عقد کے مطابق کام کیا تو وہ مزدوری کا مستحق ہو گا۔

۲۔ شرائط صحت

ان شرائط کے بغیر اجارہ منعقد ہو جاتا ہے لیکن صحیح نہیں ہوتا۔

(۱) شرائط کی صحت میں ایک شرط عاقدین کی رضامندی ہے۔ جو معاہدہ جبراً یا غلطی سے کیا جائے، اگرچہ وہ اجارہ منعقد ہو جاتا ہے اور واجب العمل ہوتا ہے لیکن وہ اجارہ فاسد ہوتا ہے۔

(۲) جس بات کا معاہدہ کیا جائے اس پر عمل درآمد کی قدرت حاصل ہو۔ کسی شخص سے اُجرت پر گناہ کا کام لینا درست نہیں ہے۔

(۳) صحت شرائط میں ایک شرط یہ ہے جس کام کے لیے عقد اجارہ کیا گیا ہو وہ کام اَجیر پر پہلے سے فرض یا واجب نہ ہو جیسے مقروض آدمی اپنے ذمہ واجب قرض کو ادا کرے تو کسی قسم کی اُجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اسی طرح عبادات نیکیوں کا ثواب خدا تعالیٰ کا بندے پر فضل اور احسان ہے نہ کہ خدا تعالیٰ پر واجب۔

(۴) ایک شرط یہ ہے کہ اُجرت پر جو کام لینا ہے اس کی کوئی مقصدی حیثیت ہو۔ اُجرت معلوم ہو مقرر و متعین ہو۔

اُجرت میں جو چیزیں دی جاسکتی ہیں ان کی چند قسمیں ہیں:

۱۔ **نقدی:** اس کی تعداد ظاہر کی گئی ہو مثلاً دس اشرفی۔ نیز اس کی خصوصیت بیان کی گئی ہو جیسے کھری یا کھوٹ والی۔ اگر کسی مقام پر صرف ایک ہی نقدی رائج ہو اور اس کے سوا کوئی اور نقدی رائج نہ ہو تو اجارہ کے معاملہ میں وہی نقدی مراد ہو گی۔ اس کی وضاحت نہ کی گئی نہ ہی اس کی مقدار اور خصوصیت بیان کی گئی ہو اور جہاں پر مختلف قسم کے نقود رائج ہوں تو عقد فاسد ہو گا۔

ادائیگی نقدی کے لیے وقت کا تعین شرط نہیں۔ فوری طور پر بھی ادا کی جا سکتی ہے اور تاخیر سے بھی۔ جس کی ادائیگی میں تاخیر ہو اس کی رقم واجب الادا کی وہی حیثیت ہے جو قرض خرید شدہ مال کے دام کی۔

۲۔ اُجرت کی دوسری قسم وہ ہے جن اشیاء کی مقدار کا اندازہ پیمانے سے یا تول کر کیا جاتا ہے۔ یا وہ اشیائے معدودات اور ان کی مقدار یکساں ہوتی ہے۔ یہ تمام اشیاء معاملہ بیع میں بھی دام بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ہر ایسی شے جو دام بن سکتی ہو وہ اُجرت لینے کے قابل ہے۔ ایسی اشیاء میں بھی مقدار خصوصیت اور مدت کی ادائیگی کا بیان کیا جانا شرط ہے لہٰذا معاملہ طے کرتے وقت اس کی وضاحت ہونی چاہئے۔ مثلاً دس بوری گندم جس کی ادائیگی فوراً یا اتنے عرصے میں کی جائے گی اجارہ کیا جائے۔ پھر اگر اُجرت میں ایسی شے دی جائے جسے ایک جگہ سے لے کر دوسری جگہ لے جانا ہے تو اس کی باربرداری کا طے ہو جانا بھی لازم ہو گا۔

۳۔ اُجرت میں جانور دیا جائے۔ پس اگر ایک شخص نے کسی کو ایک اونٹ یا گائے کے معاوضہ میں سال بھر کے لیے خدمت گذاری پر رکھا تو اس جانور کی طرف اشارہ کر کے بتایا جائے کہ فلاں "اونٹ" یا یہ "گائے"۔ اگر ایسا نہ کیا تو اجارہ فاسد ہو گا۔

۴۔ اُجرت سامان کپڑے یا برتن کی شکل میں ہو۔ اس میں بھی مقدار، خصوصیات اور مدت کا تعین کیا جائے گا۔ اگر نہ بتایا تو یہ اجارہ فاسد ہو گا۔ مثلاً کہ یہ اعلیٰ قسم کے کتان کے 2 تھان فوری طور پر یا اتنے عرصے میں دیئے جائیں گے، ایسا بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ مال تجارت کی حیثیت قرض (دام) واجب الادا کی سی نہیں ہوتی بلکہ (مال) سلم (فراہمی مال وعدہ) کی سی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس میں بیع سلم کی شرائط کو مدّ نظر رکھنا ہو گا۔

۵۔ اُجرت کا کام کے پورا ہونے کے بعد ادا کرنا۔ ضروری نہیں کہ اُجرت کام پورا ہونے کے بعد ہی ادا کی جائے گی خواہ اُجرت کی شے متعین اور موجود ہو۔ اگر اُجرت فوری طور پر ادا کر دی جائے تو لینے والا عملاً اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ دینے والے کو واپس لینے کا حق نہیں رہتا۔

۶۔ بعض معاملات میں اگر پیشگی اُجرت کی ادائیگی شرط ہے تب بھی لینے والا مالک ہو جاتا ہے مثلاً اگر کسی شخص نے رہائشی مکان کسی کو اس روز سے کرایہ پر دیا جس دن عقد طے ہوا تھا اور ان کے درمیان یہ شرط ہوئی کہ کرایہ دار فوری طور پر کرایہ ادا کرے گا تو یہ عمل درست ہے۔ اگر کرایہ دار نہ ادا کرے تو مالک کو اختیار حاصل ہے کہ اس مکان میں رہائش کے لیے قبضہ نہ دے۔ اس طرح اس کو یہ بھی حق ہے کہ وہ عقد اجارہ منسوخ کر دے۔

صحت اجارہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اُجرت یا کرایہ ایسی چیز کے لیے نہ ہو جس کے لیے عہد اجارہ کیا گیا۔ اس طرح درست نہیں ہو گا کہ کسی مکان میں رہنے کا کرایہ دوسرے مکان میں رہنے کی شکل میں ادا کیا جائے اور نہ ہی ایک شخص کی خدمت کی اُجرت میں کسی دوسرے شخص کی خدمت دی جا سکے گی۔ لیکن اگر منفعت مختلف النوع ہو تو صحیح ہو گا مثلاً کوئی باڑہ لیا اور اس کے معاوضہ میں اپنے جانور کی سواری دی تو یہ جائز ہو گا۔

صحت اجارہ میں کوئی ایسی شرط نہ رکھی جائے جو تقاضائے معاملہ کے خلاف ہو اور نامناسب۔ یہ شرط جملہ معاملات میں نافذ ہے۔ اجارہ کی جو غرض ہو اس کو عاقدین اچھی طرح جانتے ہوں تاکہ لڑائی جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو۔ مدت معاہدہ طے شدہ ہو۔

صحت اجارہ کی شرائط میں جس چیز سے استفادہ کرنا ہو اس کو بیان کر دیا جائے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس دو مکان ہوں اور اس نے کہا کہ میں نے ان میں سے ایک مکان تم کو کرائے پر دیا۔ اور یہ تعین نہ کیا کہ کون سا مکان دیا ہے تو یہ اجارہ درست نہ ہو گا۔

اجارہ جس فائدہ کو حاصل کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے وہ اس اصل شے کی پیداوار کو ختم نہ کر دے۔[۱۵]

۳۔ اجارہ کے لازم ہونے کی شرائط

۱۔ معاہدہ اجارہ صحیح ہو۔ اگر اجارہ فاسد ہے تو وہ لازم العمل نہیں ہو گا۔ یہ بھی چاہئے کہ کرایہ پر لی کوئی شے میں عیب نہ ہو۔ اور خریدنے والے نے دیکھ لیا ہو۔ اور یہ کہ ایسی خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو جس سے متوقع منفعت حاصل نہ کی جا سکے۔

۲۔ اجارہ کے لازم ہونے کی دوسری شرط ہے کہ فریقین معاہدہ کو اس معاہدے کے عمل درآمد کے بارے میں کوئی معذوری لاحق نہ ہو۔ اگر کوئی شرعی عذر لاحق ہو گیا تو معاہدہ لاگو نہ ہو گا۔[۱۶]

۴۔ عقد اجارہ کے نافذ ہونے کی شرائط

عقد اجارہ کے نافذ ہونے والی شرائط کے منجملہ مالک ہونا اور ولی ہونا ہے۔ لہٰذا فضولی کے اجارہ کرنے سے وہ نافذ نہیں ہو گا کیونکہ نہ وہ مالک ہے اور نہ ولی ہے۔ اس کا کیا ہوا معاہدہ مالک کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اس نے اجازت دے دی تو نافذ ہو گا۔ جمہور فقہا امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں:

۱۔ اجارہ کی شرائط میں ایک شرط قیمت کا معلوم و متعین ہونا لازمی شرط ہے۔

۲۔ اور منفعت کی مقدار کا معلوم ہونا بھی شرط ہے۔

۳۔ کہ جس منفعت کی کوئی غایت نہ ہو اس کے لیے ایک متعین مدت مقرر کر لی جائے اور اس مدت کا آغاز بھی متعین کر لیں۔

۴۔ علماء نے اس معاملے میں اختلاف کیا ہے کہ اگر وقت اور زمانہ کا اول متعین نہ ہو۔ یعنی زمانہ متعین ہو اس کا اول وقت متعین نہ کیا ہو۔ مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ میں نے یہ گھر اتنے سالوں کے لیے یا اتنے مہینوں کے لیے کرایہ پر لیا اور وہ ماہ یا سال کے آغاز ہونے کا ذکر نہ ہو۔

بیع اور اجارہ کی یکجائی میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے۔[۱۸]

شرائط فاسدہ

امام احمد رضا فرماتے ہیں اجارہ بیع کی ایک قسم ہے۔ جو حکم اجارے کا ہے وہی بیع کا ہے۔ جن شرائط سے بیع فاسد ہوتی ہے اجارہ بھی انہی شرائط سے فاسد ہو جاتا ہے۔[۱۹] العقود الدریہ میں ہے: "بیع و اجارہ بھائی بھائی ہیں اس لیے کہ اجارہ منافع کی بیع ہے۔"[۲۰] اجارہ شرطوں سے فاسد ہو جاتا ہے۔ جسے بیع فاسد کرتی ہے اور جو جہالت بیع کو فاسد کرے گی اجارہ کو بھی فاسد کر دے گی۔"[۲۱] اجارہ انہی شرطوں سے فاسد ہو جاتا ہے جو بیع کو فاسد کرتی ہیں۔[۲۲]

فقہائے کرام بھی اجارے کو مثل بیع ہی مانتے ہیں۔ جو شرائط بیع کو فاسد کرتی ہیں وہی اجارے کو فاسد کرتی ہیں۔ عقد اجارہ میں فریقین کی رضامندی ضروری ہوتی ہے۔ خیار شرط اور خیار رویت دونوں صورتوں میں تنسیخ اجارہ پر عمل درآمد مالک کی رضامندی یا حاکم کے فیصلے پر موقوف نہ ہو گا۔ پس اگر کرایہ دار نے عقد اجارہ کو فسخ کر دیا اور مالک کو بتا دیا تو یہ عقد ختم ہو جائے گا۔

بیع و اجارہ میں ایسی شرط ذکر کرنا کہ خود عقد اس کا تقاضا کرتا ہے مثلاً بائع پر اس شے پر قبضہ دلانے کی شرط اور مشتری پر ثمن ادا کرنے کی شرط۔ اگر مشتری ثمن کے لیے کوئی ضامن پیش کرے یا قیمت کے مقابلے میں کوئی چیز رہن رکھے۔ جس شخص کو ضامن بنایا جائے اسی مجلس میں ضمانت قبول کرلی۔ قبول نہ کرنے کی صورت میں عقد فاسد ہو جائے گا۔ اگر مشتری ضمانت یا رہن کی شرط نہ لگائے تو بائع کو اختیار حاصل ہے کہ وہ بیع کو فسخ کرے۔[۲۳]

اگر مشتری بائع سے ضامن طلب کرے کہ میں اس شرط پر خریدتا ہوں کہ فلاں شخص ضامن ہو جائے گا کہ مبیع پر قبضہ دلا دے یا مبیع میں سے کسی کا حق نکلے گا تو ثمن واپس ملے گا یہ شرط جائز ہے۔

عقد اجارہ کسی بھی شے کی منفعت کا سودا ہوتا ہے۔ یہ بھی معاملہ خرید و فروخت کا ہے۔ اگر ایک فریق کی جانب سے شرط خیار رکھی گئی ہو یعنی کوئی بھی شخص کسی سے کوئی شے کرائے پر حاصل کرتا ہے۔ تین دن تک اسے معاملہ کو ختم کر دینے کا یا قائم رکھنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اس عرصہ کے اندر مستاجر، اجارہ کو فسخ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

عقد اجارہ اس وقت متحقق ہوتا ہے جب دونوں عاقدین رضامندی کا اظہار کریں۔ اگر ایک نے بطور انعام دینے کا ارادہ کیا اور یہ کہے کہ اُجرت نہیں بلکہ انعام کے طور پر کچھ دیا جائے۔

عقد اجارہ میں اُجرت کا متعین کرنا شرط ہے۔

امام احمد رضا سے سائل نے سوال کیا کہ اگر زید طبیب ہو جو بکر سے یہ طے کرتا ہے فی الحال تیرا علاج مفت کرتا ہوں۔ صحت یاب ہونے پر سو روپیہ بطور اُجرت یا بطور انعام حاصل کروں گا ورنہ کوئی اُجرت تیرے ذمہ نہ ہو گی۔ یہ معاملہ کس حد تک درست ہے۔ آیا کہ یہ عقد اجارہ ہے بھی یا نہیں۔

امام احمد رضا اس کا جواب دیتے ہیں کہ طبیب کا یہ کہنا کہ کوئی اُجرت تمہارے ذمہ نہ ہو گی، اس میں تین صورتیں ہیں:

(۱) اول عقد اجارہ ہی نہیں۔

(۲) عقد تو ہے مگر اُجرت مقرر نہیں۔

(۳) اُجرت مقرر کر لی مثلاً سو، مگر دینی لازم نہیں۔

اس صورت میں اگر دونوں عاقدین نے اُجرت نہیں بلکہ انعام کہا اس صورت میں عقد اجارہ قائم ہی نہیں ہوا۔ جس انعام کا ذکر کیا وہ مریض تبرعاً دے گا۔

اگر اجارہ ہو یا انعام کہہ کر اجارہ مراد لیا ہو تو اس صورت میں اجارہ فاسد ہو گا مگر طبیب کی اُجرت مثل لازم ہو گی۔ وہ اُجرت سو روپیہ سے زائد نہ ہو گی یعنی اگر ایسے مرض کی اُجرت سو روپیہ یا اس سے زائد ہو تو سو روپیہ دینا ہی لازم ہو گا۔

اگر دونوں کا کلام حقیقی اجارہ کی نفی پر مبنی ہے اور انعام کا وعدہ بطور تبرعاً ہے جیسے کہ اُس طبیب نے کہا کہ تیرا علاج مفت کرتا ہوں کوئی اجارہ نہیں۔ مدت معینہ میں صحت یابی نہ ہوئی تو کچھ نہ دینا۔ صحت یابی کی صورت میں تبرعاً سو روپیہ دے دینا تو بکر نے تسلیم کر لیا۔ یہ احتمال کہ عمل کے مقابلہ میں اُجرت کا تعین ہے۔ یہ احتمال اجارہ کی صراحتہً نفی کر رہا ہے۔[۲۴]

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اگر کوئی طبیب کو اپنی لونڈی کا علاج اپنے خرچ سے کرنے کو کہے اور صحت یاب ہونے پر اس کی جتنی بھی زائد قیمت ہو گی وہ تیری ہو گی۔ تندرست ہونے پر طبیب صرف مثلی اُجرت کا مستحق ہو گا۔

فتاویٰ ہندیہ ہی میں ہے: اگر عقد کسی خارجی وجہ سے فاسد ہو

جائے تو مثلی اُجرت لازم ہوتی ہے اور مقررہ اُجرت سے زائد نہیں ہوتی۔ مقررہ اُجرت پانچ درہم ہے اور مثلی دس تو پانچ درہم ہی دیئے جائیں گے زائد نہیں۔ مثلی اُجرت مقررہ سے کم ہونے کی صورت میں کم ہی دی جائے گی۔ مثلاً مثلی اُجرت پانچ ہے اور مقررہ اُجرت دس درہم تو پانچ دیے جائیں گے۔[۲۵]

ایک شخص جس کو نقد دینے یا نہ دینے کا اختیار ہوتا ہے کیونکہ وہی شخص اجارہ کو قائم رکھنے یا نہ رکھنے پر قدرت رکھتا ہے۔ خیار کی شرط اُجرت پر دینے کے لیے ہے یعنی اگر کسی نے چیز کو اس شرط پر فروخت کیا کہ اگر مشتری تین دن تک نقد قیمت نہ دے تو بیع ختم ہو گئی یہ شرط صحیح ہے۔ اگر چار دن تک کا کہا تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خیار شرط میں تین دن سے زائد مدت جائز نہیں۔ نقد نہ ملنے پر فسخ کی حاجت ہے۔ خیارِ شرط اور فسخ کرنے کی شرط دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اجارہ بیع کی طرح فاسد شرائط سے مشروط نہیں ہو سکتا۔

فسخ اجارہ کی ایک صورت خیارِ عیب ہے۔ اگر کسی نے کوئی مکان یا اراضی زرعی یا کوئی جانور وغیرہ کرائے پر لیا۔ اور اس میں خرابی نکلی تو کرایہ دار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کرایہ داری کا معاہدہ ختم کر دے۔ خواہ خیارِ شرط، خیار رویت یا خیار عیب کے بارے میں پہلے سے طے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اگر اس خرابی کا علم عقد اجارہ سے پہلے ہی کرایہ دار کو رہا ہو تو اب اسے فسخ اجارہ کا اختیار نہ ہو گا کیونکہ وہ اس عیب سے واقف تھا۔

فسخ اجارہ کے عذروں میں ایک عذر سفر بھی ہے۔ اگر کوئی شخص اس جگہ سے دوسری جگہ جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے حق ہے کہ عقد اجارہ کی تنسیخ کر دے۔

فسخ اجارہ کی ایک اور صورت میں فریقین عقد میں اگر کسی کی موت واقع ہو جائے۔ اس سے بھی عقد اجارہ ختم ہو جاتا ہے۔

کرائے پر دی ہوئی شے کو مالک اگر فروخت کرنا چاہے۔ اس صورت میں بھی عقد اجارہ ختم ہو جاتا ہے۔[۲۶]

حوالہ جات

۱۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: جلد ۵، صفحہ ۵۲۴
۲۔ لسان العرب: جلد ۱، صفحہ ۷
۳۔ التعریفات: ص ۷
۴۔ المبسوط: جلد ۱۵، صفحہ ۸۲
۵۔ بدائع الصنائع: جلد ۵، صفحہ ۵۲۴
۶۔ کتاب الفقہ: جلد ۳، صفحہ ۱۹۷؛ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد: صفحہ ۹۰۱
۷۔ الفقہ السنۃ: جلد ۳، صفحہ ۱۹۷
۸۔ بدائع الصنائع: جلد ۵، صفحہ ۸۳، کتاب المجموع: جلد ۱۵، صفحہ ۱۸۱
۹۔ العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ: امام احمد رضا محدث بریلوی، جلد ۱۹، ص ۵۴۳، رضا فاؤنڈیشن، لاہور؛ در مختار: جلد ۲، صفحہ ۲۲۴، رد المحتار: جلد ۴، صفحہ ۱۰۷
۱۰۔ المرجع السابق: جلد ۳، صفحہ ۴۴
۱۱۔ ایضاً: جلد ۳، صفحہ ۴۵
۱۲۔ فتاویٰ رضویہ: جلد ۱۹، صفحہ ۵۰۷
۱۳۔ ایضاً: جلد ۱۹، صفحہ ۵۱۸
۱۴۔ بدائع الصنائع: جلد ۵، صفحہ ۲۴، فتاویٰ عالمگیری: جلد ۴، صفحہ ۴۶۱
۱۵۔ کتاب الفقہ: جلد ۳، صفحہ ۴۴؛ الفقہ السنۃ: جلد ۳، صفحہ ۱۹۶
۱۶۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد: ص ۸۹۳
۱۷۔ ایضاً: جلد ۵، صفحہ ۵۲۷
۱۸۔ فتاویٰ رضویہ: جلد ۱۹، صفحہ ۴۶۳
۱۹۔ العقود الدریہ: جلد ۲، صفحہ ۱۵۳، رد المحتار: جلد ۵، صفحہ ۲۹
۲۰۔ الکفایۃ مع فتح القدیر: جلد ۸، صفحہ ۳۴، تبیین الحقائق: جلد ۵، صفحہ ۱۲۱، فتاویٰ خیریہ: جلد ۲، صفحہ ۱۳۲، خزانۃ المفتین: صفحہ ۱۶۵، فتاویٰ سراجیہ: صفحہ ۱۱۳، شرح الوقایہ: جلد ۳، صفحہ ۲۹۷
۲۱۔ الدرالحکام فی شرح غرر الاحکام: جلد ۲، صفحہ ۲۳۰، در مختار شرح تنویر الابصار: جلد ۲، صفحہ ۱۷۷، فتح المعین علی شرح الکنز: جلد ۳، صفحہ ۲۴۳
۲۲۔ دیکھئے: فتاویٰ رضویہ: جلد ۱۹، صفحہ ۴۶۲
۲۳۔ دیکھئے: بحر الرائق: جلد ۲، صفحہ ۲۷۷
۲۴۔ دیکھئے: فتاویٰ ہندیہ: جلد ۸، صفحہ ۴۲۷
۲۵۔ دیکھئے: کتاب الفقہ: جلد ۳، صفحہ ۱۵۰
۲۶۔ دیکھئے: ایضاً: جلد ۳، صفحہ ۱۵۱

***

اقلیمِ نعت کا معتبر سفیر، نظمیؔ مارہروی

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی (انڈیا)

سید آلِ رسول حسنین میاں نظمیؔ مارہروی ہندوستان کے نجیب الطرفین ساداتِ کرام میں بلند و بالا مقام و مرتبہ پر فائز خاندانِ برکات کے چشم و چراغ ہیں۔ وہ مارہرہ مطہرہ جس کی عظمتیں اور رفعتیں مسلم ہیں۔ اور جس کے فیوضِ روحانی کا چشمۂ جاری اکنافِ عالم میں رواں دواں ہے۔ جہاں سے امام احمد رضا قادری برکاتی محدثِ بریلوی جیسے اپنے وقت کے عظیم "مجدّد" نے بھی روحانی اکتسابِ فیض کیا۔ نظمی مارہروی کی ولادتِ باسعادت اسی مارہرہ میں ۶؍ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۴؍ اگست ۱۹۴۶ء کو ہوئی۔ خاندانی نام محمد حیدر اور تاریخی نام سید فضل اللہ قادری تجویز کیا گیا۔ اور آپ سید آلِ رسول حسنین میاں برکاتی کے نام سے مشہورِ عالم ہوئے۔ نظمی آپ کا تخلص ہے جو آپ کے دادا حضرت سید شاہ آلِ عبا صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کا عنایت فرمودہ ہے۔ اس تخلص کی شہرت و مقبولیت کے کیا کہنے اہلِ عقیدت و محبت کی بزم میں آپ کہیں سرکارِ نظمی تو کہیں حضور نظمی تو کہیں نظمی میاں کے لقب سے احتراماً یاد کیے جاتے ہیں۔

حضرت نظمی مارہروی نے بیعت و خلافت اپنے والدِ ماجد حضور سید العلماء سید آلِ مصطفی سیدؔ میاں مارہروی نوراللہ مرقدہٗ سے حاصل کی۔ علاوہ ازیں آپ کو عمِ محترم حضور احسن العلماء سید مصطفی حیدر حسنؔ میاں نور اللہ مرقدہٗ نے بھی خصوصی اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا۔ مسولی شریف کے بزرگ حضور سید شاہ حبیب احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بھی آپ کو اپنی اجازت وخلافت عطا فرمائی ان نورانی و عرفانی اور روحانی نسبتوں سے سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی کی شخصیت میں چار چاند لگ گئے اور آپ کو اس قدر تابانی و درخشانی حاصل ہوئی کہ آج پوری دنیائے سنیت میں آپ کی شخصیت اور نعتیہ شاعری کا چرچا زباں زدِ خاص و عام ہے۔

نظمی مارہروی نے ابتدائی تعلیم وطنِ عزیز مارہرہ مطہرہ میں حاصل کی، پنجم درجہ تک ممبئی اور پھر دوبارہ انٹر میڈیٹ تک کی تعلیم مارہرہ مطہرہ میں رہ کر مکمل کی۔ انگریزی ادب اور اسلامیات میں جامعہ ملّیہ اسلامیہ سے گریجویشن کی تکمیل کے بعد انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونی کیشن، دلّی سے جرنلزم کے کورس میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ بعدہٗ UPSC کے تحت منعقد ہونے والے سول سروسز کے مشکل ترین امتحان میں شرکت کی اور تمغۂ کامیابی سے سرفراز ہونے کے بعد مرکزی حکومت کی وزارتِ اطلاعات و نشریات کے محکمۂ پریس انفارمیشن بیورو (P.I.B.) سے ملازمت کا آغاز کیا۔ حکومتِ ہند کی ڈائرکٹوریٹ آف فیلڈ پبلسٹی کے جوائنٹ ڈائرکٹر کے عہدے سے ۳۳؍ سالہ بے داغ ملازمت کے بعد رضاکارانہ ریٹائر منٹ لیا۔ دورانِ ملازمت نظمی مارہروی نے نہ ہی کسی قسم کا غیر ضروری دباو قبول کیا اور نہ ہی کہیں گورنمنٹ کی کاسہ لیسی سے آپ کا دامن آلودہ ہوا۔

نظمی مارہروی کے والدِ ماجد حضور سید العلماء سید آلِ مصطفی سیدؔ میاں مارہروی نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کی دینی و روحانی تربیت فرمائی۔ جس کے نتیجے میں آپ علومِ جدیدہ کے ساتھ ساتھ علومِ دینیہ کے بھی ایک عظیم شہ سوار بنے۔ نظمی مارہروی کی سب رنگ شخصیت کا یہی امتیازی وصف ہے کہ آپ بہ یک وقت علومِ جدیدہ کے ماہر تو ہیں ہی علومِ دینیہ میں بھی آپ مثالی حیثیت کے حامل ہیں۔ اسی طرح آپ نے مذاہبِ عالم کا بھی گہرا مطالعہ کیا، اسلام کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب پر آپ کی عالمانہ مہارت اور وسعتِ نظری کا تجزیہ کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر انور شیر ازی لندن راقم ہیں کہ: "تقریباً چونیتس کتابوں کے مصنف نے مجھ سے عالمی مذاہب کے تقابلی موازنے پر کافی تفصیل سے گفتگو کی کبھی مجھے ایسا لگا کہ میں پنڈت آلِ رسول سے مخاطب ہوں اور کبھی یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے فادر آلِ رسول بیٹھے ہوئے ہیں۔ نظمی اپنے ہر رنگ میں منفرد لگے۔"[۱]

علاوہ ان محاسن کے حضرت سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی کثیر لسانی شخص ہیں۔ آپ کو اردو کے علاوہ عربی، فارسی، ہندی، انگریزی، مراٹھی، گجراتی اور سنسکرت جیسی زبانوں پر عالمانہ و فاضلانہ دسترس حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی فکر و نظر میں بلا کی

گہرائی و گیرائی جلوہ فگن ہے۔ نعتیہ شاعری تو آپ کا خاص میدانِ فکر و عمل ہے۔ ویسے آپ کا رہوارِ قلم نثر و نظم دونوں ہی میدانوں میں یک ساں رواں دواں ہے۔ آپ نے اصلاحِ امت، تحفظِ سنیت، ترویجِ مسلکِ اعلاحضرت، رشد و ہدایت، تصوف و ولایت، تاریخ اسلامی اور سیرتِ طیبہ کے اہم گوشوں کو اجاگر کرنے کے لیے درجنوں کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ جہاں UPSC کے تحت مرکزی حکومت میں ملازمت کر رہے تھے وہیں تفسیر و حدیث، سیرت و مغازی کے ساتھ ساتھ فضائے نعت میں بھی محوِ پرواز تھے۔ آپ کی جملہ تصانیف عوام و خواص دونوں ہی کے لیے یک ساں مفید ہیں۔ آپ کا اسلوبِ نگارش انتہائی نکھرا اور ستھرا ہوا ہے۔ سلیس و بامحاورہ زبان میں اپنے مافی الضمیر کو قاری تک پہنچانے کے لیے سیدھے سادھے لفظوں کا استعمال کیا ہے۔ کہیں بھی آپ نے اپنی علمیت بگھارنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ ہاں! تحقیق طلب امور کی عالمانہ و محققانہ شان و شوکت سے وضاحت و صراحت فرمائی ہے۔ تفسیر و حدیث کے جابہ جا حوالے آپ کی تصانیف میں بہ کثرت موجود ہیں۔ آپ نے اردو کے علاوہ فارسی، ہندی گجراتی اور انگریزی میں بھی اپنا علمی اثاثہ دنیائے سنیت اور جہانِ ادب کو عنایت کیا ہے۔ دیگر زبانوں سے اردو میں تراجم بھی کیے ہیں اور اردو سے دیگر زبانوں میں بعض اہم کتب کو منتقل بھی کیا ہے۔ آپ کی بیش تر تصانیف زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر اہلِ علم و دانش سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ نظمی مارہروی کی تصانیف کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(۱) کلام الرحمن (ہندی ترجمہ کنزالایمان و خزائن العرفان)
(۲) مصطفی جانِ رحمت ﷺ (مختصر سیرت)
(۳) شانِ مصطفی ﷺ (کلامِ رضا پر تضامین)
(۴) مدائحِ مصطفی ﷺ (نعتیہ دیوان)
(۵) اسرارِ خاندانِ مصطفی ﷺ (ترجمہ رسالہ فارسی)
(۶) تنویرِ مصطفی ﷺ (نعتوں کا مجموعہ)
(۷) عرفانِ مصطفی ﷺ (مجموعۂ کلام)
(۸) نوازشِ مصطفی ﷺ (نعتیہ دیوان)
(۹) مصطفی سے آلِ مصطفی تک (تذکرۂ مرشدانِ سلسلۂ برکاتیہ)
(۱۰) مصطفی سے مصطفی رضا تک (تذکرہ)
(۱۱) قرآنی نماز بہ مقابلہ مائکروفونی نماز (اردو میں رسالہ)
(۱۲) قرآنی نماز بہ مقابلہ مائکروفونی نماز (ہندی میں رسالہ)
(۱۳) دی گریڈ بیانڈ (علمِ غیبِ رسول ﷺ پر انگریزی رسالہ)
(۱۴) نظمِ الٰہی (انگریزی تفسیر سورۂ بقرہ قریباً ۸۰۰ر صفحات)
(۱۵) گستاخی معاف (ہندی انشائیے)
(۱۶) گھر آنگن میلاد (میلاد نامہ برائے خواتین، مختصر)
(۱۷) گھر آنگن میلاد (میلاد نامہ برائے خواتین، مفصل)
(۱۸) ذبحِ عظیم (واقعاتِ کربلا)
(۱۹) دی وے ٹوبی (انگریزی ترجمہ بہارِ شریعت، سولھواں حصہ)
(۲۰) کیا آپ جانتے ہیں؟ (اسلامی معلومات)
(۲۱) اسلام دی ریلی جن الٹی میٹ (انگریزی)
(۲۲) ڈیسٹی نیشن پیراڈائز (فضائلِ صحابہ، انگریزی)
(۲۳) گیٹ وے ٹو ہیون (خواتین کے لیے رسالہ، انگریزی)
(۲۴) ان ڈیفینس آف اعلاحضرت (انگریزی)
(۲۵) فضلِ ربی (سفر نامہ اردو)
(۲۶) فضلِ ربی (سفر نامہ ہندی)
(۲۷) سبع سنابل شریف پر اعتراضات کے جوابات
(۲۸) قصیدۂ بُردہ شریف (اردو، انگریزی اور ہندی میں ترجمہ و تشریح)
(۲۹) کتاب الصلاۃ (طریقۂ نماز پر انگریزی رسالہ)
(۳۰) اعلاحضرت کی تصنیفِ مبارکہ "الامن والعلیٰ" کا انگریزی ترجمہ
(۳۱) ہندی ترجمہ نئی روشنی (اصلاحی ناول مصنفہ حضور سید العلماء)
(۳۲) مصطفی سے مصطفی حیدر حسن تک (تذکرہ)
(۳۳) بعد از خدا۔۔۔ (مکمل نعتیہ دیوان)
(۳۴) کیا آپ جانتے ہیں؟ (ہندی)
(۳۵) چھوٹے میاں (خانقاہی پس منظر میں ایک ناول)
(۳۶) عمر قید (گجراتی کلاسیکی ناول کا اردو ترجمہ، نیشنل بک ٹرسٹ آف انڈیا کے لیے)
(۳۷) آگ گاڑی (گجراتی کلاسیکی ناول کا اردو ترجمہ، نیشنل بک ٹرسٹ آف انڈیا کے لیے)
(۳۸) لُو لُو (شیلانگ کے پس منظر میں ایک سماجی ناول)
(۳۹) طیبہ رشکِ جناں (اردو، ہندی)

(۴۰) سب سے بڑا اللہ کا رشتہ (موضوع: الحب للہ والبغض فی اللہ)
(۴۱) چل قلم (نعتیہ دیوان، بعد از خدا۔۔۔! کا ہندی روپ)
(۴۲) دی ایکزل ٹیڈ ہاؤس آف دی ہولی پروفیٹ (انگریزی ترجمۂ تصنیفِ مبارکہ "الشرف المعبد لآلِ محمد")

ان تصنیفات و رسائل کے علاوہ کلکِ نظمی نے ممتاز اخبارات و رسائل اور جرائد و ڈائجسٹ میں بھی اپنی فکر و نظر کے گوہر بکھیرے ہیں۔ مثلاً: نیا دور (لکھنؤ)، آج کل (نئی دہلی)، استقامت ڈائجسٹ (کان پور)، انقلاب، اردو ٹائمز، ہندوستان، سب رس، ہندوستانی زبان، صبحِ اُمید، قومی راج (ممبئ)، کھلونا، ہما، ہدیٰ، ہدف، ہزار داستان، پیامِ مشرق، پرچمِ ہند (نئی دلی)، ہندی روزنامہ لیٹیسٹ (رائے پور، ایم. پی)، انگریزی رسالہ دی مرر، پندرہ روزہ ریاضِ عقیدت (کونچ، ضلع جالون)، میں نظمی مارہروی کی حمدیہ نظمیں، مناجات، سلام و دعا، نعتیں، کہانیاں، افسانے، انشائیے، نظمیں اور غزلیں اشاعت پذیر ہوئی ہیں۔ اور ماہ نامہ صبحِ اُمید، ممبئ میں سیکڑوں کتابوں پر تبصرے و تجزیے برسوں تک شائع ہوتے رہے ہیں۔ ساتھ ہی ممبئ سے نکلنے والے روزنامہ شامنامہ میں عرصۂ دراز تک نظمی مارہروی کے ترتیب دیے ہوئے علمی و ادبی معمے شائع ہوئے اور کافی مقبول ہوئے۔

سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی کی شخصیت کا سب سے اہم اور قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ آپ امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے پیر و مرشد حضور خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی قدس سرہٗ اور مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے پیر و مرشد شیخ المشائخ حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ اور حضور سیدنا شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہٗ کی گدّی کے وارث و امین اور سجادہ نشین ہیں اس اعتبار سے نظمی مارہروی روحانیت و عرفانیت، تصوف و معرفت اور طریقت و حقیقت کے بھی کوہِ گراں ہیں۔ ان پُرنور امانتوں کے حوالے سے تزکیۂ نفس، طہارتِ قلبی، رشد و ہدایت، تبلیغِ دین اور اشاعت و تحفظِ مسلکِ اعلیٰحضرت کے لیے نظمی مارہروی کے ملک و بیرونِ ملک تبلیغی و اشاعتی اسفار جاری رہتے ہیں۔ جہاں آپ کے وعظ و ارشاد کی روحانی و عرفانی مجالس آراستہ ہوتی ہیں۔ آپ کے پند و نصائح سے بھرپور مواعظِ حسنہ اور ملفوظاتِ نافعہ سماعت کرکے نہ جانے کتنے گناہ گار افراد تائب ہوئے اور بد عقیدہ، اہلِ سنت کے دامن میں آئے۔ نظمی مارہروی بڑوں کی عزت و احترام اور چھوٹوں پر شفقت و پیار میں اسلاف کے پرتو ہیں۔ آپ کی مجالس خالص علمی و ادبی اور دینی و اصلاحی عنوانات سے لبریز ہوتی ہیں۔ آپ اپنے مریدین، متوسلین، معتقدین اور مستفیدین کی تالیفِ قلبی کے لیے اپنی نوازشات کی بارش کرتے رہتے ہیں، ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا، دل نشین لب و لہجے میں کلام کرنا آپ کی شخصیت کے توصیفی پہلو ہیں۔ نظمی مارہروی کے اندرونِ ملک تبلیغی و علمی اسفار اتر پردیش، دہلی، ہریانہ، بہار، بنگال، آسام، میگھالیہ، میزورم، تری پورہ، اڑیسہ، مدھیہ پردیش، راجستھان، گجرات، مہاراشٹر، آندھرا پردیش، دادرا نگر حویلی اور گوا جیسی ریاستوں کے مختلف اضلاع کے متعدد شہروں اور گاؤں میں جاری رہتے ہیں علاوہ ازیں بیرونِ ملک میں حجازِ مقدس، عراق، دبئ، اسرائیل، شام، انگلینڈ، پاکستان اور نیپال کے مختلف شہروں میں آپ کی روحانی و عرفانی مجالس منعقد ہوتی رہی ہیں۔

نظمی مارہروی ہندوستان کے جس عظیم خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں؛ علم و فضل، زہد و اتقا، سیادت و بزرگی اور شعر و ادب میں اس کی خدماتِ جلیلہ مسلّم مانی گئی ہیں۔ ایک زمانہ سے مارہرہ مطہرہ روحانیت و عرفانیت کا مرکز تو ہے ہی۔ شعر و سخن میں بھی اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اردو زبان و ادب کے آغاز، عروج اور ارتقا کی تاریخ میں بھی مارہرہ مطہرہ کے بزرگوں کی شراکت داری جگ ظاہر ہے۔ میر عبدالواحد شاہدیؔ بلگرامی علم و عرفان کے بحرِ ناپیدا کنار، تصوف و ولایت کے دُرِّ نایاب تو تھے ہی ساتھ ہی ساتھ آپ اپنے عہد کے ممتاز شاعر و ادیب بھی گذرے ہیں۔ عہدِ عالم گیری میں جب کہ اردو کا تشکیلی دور شروع تھا تاج دارِ خاندانِ مارہرہ حضور سید شاہ برکت اللہ پیمیؔ و عشقیؔ مارہروی کی شعری و نثری خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ آپ فنِ علم و ادب اور شاعری میں مثیل و نظیر نہیں رکھتے تھے۔ عربی، فارسی کے علاوہ ہندوی (جو آگے چل کر اردو کے نام سے معنون ہوئی) اور سنسکرت پر آپ کو مہارتِ تامّہ حاصل تھی۔ چناں چہ آپ کی شاعری کے بارے میں حسان الہند میر غلام علی آزادؔ بلگرامی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "ماثر الکرام" میں تحریر فرمایا ہے: "شاہ برکت اللہ پیمیؔ نے پیامی شاعر کی حیثیت سے عالم گیر شہرت حاصل کرلی تھی۔"[۲۲]

علاوہ ازیں "مقدمۂ تاریخِ اردو زبان" میں ماہرِ لسانیات پروفیسر

ڈاکٹر مسعود حسین خان راقم ہیں: ''عہدِ عالم گیر کے مشہور مصنف سید شاہ برکت اللہ پیمیؔ مارہروی کو ہندی ، فارسی اور عربی پر کامل عبور تھا، تصوف و معرفت سے لبریز، انسانیت کے پیغام کو انہوں نے اپنے دوہوں اور کبتوں کے ذریعہ پہنچایا۔''[۳]

حضور سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہٗ نے عربی میں ''عشقیؔ'' اور ہندی میں ''پیمیؔ'' تخلص اختیار کیا۔ ''پیم پرکاش'' کے نام سے آپ کا دیوان طبع ہو چکا ہے۔ ذیل میں آپ کے دو ر بختے نشانِ خاطر فرمائیں ؎

ابی بکر و عمر پن ، عثمان علی بکھان
ست ، نیتی اور لاج اَتی بڈّیا بوجھ سجان

مورکھ لوگ نہ بوجھی ہیں دھرم کرم کی چھین
ایک تو چاہیں ادھک کے ایک تو دیکھیں ہین

آپ کے قلمِ گل رنگ سے نکلا ایک شاہ کار عربی سلام تو شہرت و مقبولیت کے اوجِ ثریا تک پہنچا ہوا اور زباں زدِ خاص و عام ہے، چند اشعار خاطر نشین ہوں ؎

یا شفیع الوریٰ سلام علیك   یا نبی الهدیٰ سلام علیك

خاتم الانبیا سلام علیك   سید الاصفیا سلام علیك

سیدی یا حبیبی مولائی   لك روحی فدا سلام علیك

منه یا مصطفیٰ سلام علیك   هٰذا قول غلامك عشقیؔ

حضور سید شاہ برکت اللہ پیمیؔ و عشقیؔ مارہروی کے علاوہ سید شاہ حمزہ عینیؔ مارہروی، سید شاہ ابوالحسین نوریؔ مارہروی، تاج العلما اولادِ رسول محمد میاں فقیرؔ مارہروی، سید شاہ آلِ عبا مارہروی، سید شاہ آلِ مصطفی سیدؔ میاں مارہروی، سید شاہ مصطفی حیدر حسنؔ مارہروی نے بھی دنیاے شعر و سخن میں اپنی فکر و نظر کے گہرے نقوش ثبت فرمائے ہیں۔ نظمی مارہروی نے اسی سلسلۂ شعر وادب کو آگے بڑھاتے ہوئے میدانِ سخن میں قدم رکھا اور بے طرح کامیاب ہیں۔ آپ کو پیمیؔ ، عشقیؔ ، عینیؔ ، نوریؔ جیسے ہم قافیہ تخلص کی طرح ''نظمی'' تخلص حضرت سید شاہ آلِ عبا صاحب مارہروی نور اللہ مرقدہٗ نے عطا فرمایا۔ بہ قولِ نظمی: ''یہ دادا حضرت کی برکت ہے کہ آج یہ تخلص میرے لیے سعادت کا دوسرا نام ہے۔''[۴]

اس مقام پر پہنچ کر یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ نظمی مارہروی کو فنِ شاعری ورثے میں ملا۔ آپ کے والدِ ماجد حضور سید العلما سید آلِ مصطفی سیدؔ میاں نور اللہ مرقدہٗ اپنے وقت کے عظیم مفتی، طبیبِ حاذق، خطیب، ادیب، مفکر، مدبر اور قادرالکلام شاعر گذرے ہیں۔ آپ کا اشہبِ فکر نعتیہ اور بہاریہ دونوں رنگ میں شاعری کیا کرتا تھا۔ آپ کے بعض اشعار زباں زدِ خاص و عام ہیں۔ مثلاً ؎

کسی کی ہَجے وِہَجے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سیدؔ اپنا نعرہ یارسول اللہ

چمن کا ہر گل و غنچہ سلام کہتا ہے
حسین تم کو زمانہ سلام کہتا ہے

ترے پایے کا کوئی ہم نے نہ پایا خواجہ
تو زمیں والوں پہ اللہ کا سایا خواجہ

نظمی مارہروی نے شاعری کا آغاز کم عمری ہی میں کر دیا تھا۔ حضور سید شاہ ابوالحسین نوریؔ میاں قدس سرہٗ کے عرسِ مقدس کے موقع پر عرس کی دوسری تقریبات میں ایک مشاعرہ بھی ہوتا تھا جو نعتیہ اور بہاریہ دونوں رنگ لیے ہوتا تھا۔ حضرت نظمی کے والدِ ماجد حضور سید آلِ مصطفی سیدؔ میاں مارہروی دونوں رنگوں میں کلام لکھ کر ممبئی سے تشریف لاتے تھے۔ اور ان کو مشاعرہ میں پڑھنے کے لیے صحیح تلفظ کی ادائیگی کے ساتھ مکمل مشق حضرت نظمی مارہروی سے کروائی جاتی اور مشاعرے میں وہ کلام آپ ہی سے پڑھوائے جاتے۔ یہیں سے آپ کے اندر بھی شعر گوئی کا شوق پروان چڑھنا شروع ہوا۔ بہ قول نظمی مارہروی: ''یہیں سے میرے اندر خود اپنے شعر کہنے کا شوق پیدا ہوا۔ ابا حضرت کو معلوم ہوا تو پہلی ہدایت یہ فرمائی کہ میں بار بار اعلا حضرت فاضلِ بریلوی کا دیوان ''حدائقِ بخشش'' پڑھا کروں۔ مجھے اس مشق میں کئی ایک نعتیں ازبر ہو گئیں اور مختلف تقاریب میں وہ نعتیں پڑھنے بھی لگا۔ پھر میں نے شاعری شروع کر دی ـــــ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اعلا حضرت فاضلِ بریلوی کے روضے کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ مزارِ رضا پر

فاتحہ کر کے میں نے اپنے رب سے ایک ہی دعا مانگی: "اے پروردگار! عشقِ رسول اور نعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا جو سمندر تو نے اپنے محبوب بندے احمد رضا کے سینے میں موج زن فرمایا تھا اس کا ایک قطرہ اپنے کرم سے میرے سینے میں بھی ڈال دے'۔۔۔۔"[۵]

سفر بریلی سے واپسی کے بعد نظمی مارہروی نے اپنا موے قلم نعت گوئی کی طرف موڑا اس سے قبل وہ غزلیہ و بہاریہ شاعری کی طرف بھی مائل تھے۔ لیکن اب آپ نے صرف میدانِ نعت ہی میں گل ولالہ بکھیرنا شروع کر دیا۔ چناں چہ سب سے پہلے اعلاحضرت کی سترہ نعتوں پر تضامین لکھی، جو "شانِ مصطفیٰ ﷺ" کے نام سے شائع ہو کر مقبولِ عام ہوئیں۔ اور پھر جب حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت اور حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہو چکے تو آپ کے عشقِ رسول (ﷺ) میں مزید والہانہ وارفتگی آگئی۔ جذبات کا التہاب، مضامین و موضوعات اور خیالات و محسوسات کا جو سیلِ رواں گل بوٹے کی طرح ارضِ ذہن و قلب پر پروان چڑھنے لگا اُس کو فکرِ نظمی نے قرطاسِ عقیدت و محبت پر سجانا شروع کر دیا۔ وارداتِ قلبی کا یہ خوب صورت اور صد رنگ انعکاس یکے بعد دیگرے "مدائحِ مصطفیٰ، تنویرِ مصطفیٰ، عرفانِ مصطفیٰ اور نوازشِ مصطفیٰ ﷺ" جیسے بیش بہا نعتیہ دواوین کی شکل میں رونما ہوا۔ یہ نعتیہ مجموعے یقیناً نظمی کی طرف سے دنیائے ادب کو گراں قدر تحفہ ہیں۔ نظمی مارہروی خود کو امام احمد رضا کی چلتی پھرتی کرامت مانتے ہیں اور اپنے اشعار میں جا بہ جا اس حقیقت کا برملا اعتراف واظہار بھی کرتے ہیں ؎

ملا نام نظمی کو نعت میں یہ عطا رضاؔ کے قلم کی ہے
کہاں میری اتنی بساط تھی نہ حساب میں نہ کتاب میں
ہے فیضِ رضاؔ نظمی تیرے قلم پر
کیے جا یوں ہی نعت و مدحت کی بارش
یہ فیضِ کلکِ رضاؔ ہے جو شعر کہتا ہوں
وگرنہ نعت کہاں اور کہاں قلم میرا
بارگاہِ اعلا حضرت سے ملا نظمی کو فیض
اس کی نعتوں کی زمانے بھر میں دھومیں مچ گئیں

مناظر حسین رضوی بدایونی کے لحنِ دواودی نے نظمی کی جملہ نظم ہائے سرمدی کو عوام الناس کے قلوب واذہان میں بسانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ حضرت نظمی مارہروی کا یہ مطلع شاید ہی کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو یاد نہ ہو ؎

کعبے کے در کے سامنے مانگی ہے یہ دعا فقط
ہاتھوں میں حشر تک رہے دامنِ مصطفا فقط

سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی نے اپنے احباب کی فرمایش پر تمام شعری مجموعوں کو یک جا کر کے ۲۰۰۸ء میں ایک مکمل دیوان ۴۸۶ر صفحات پر مشتمل "بعد از خدا۔۔" کے دل کش نام سے شائع کیا۔ جو عشق و محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گنجینہ ہونے کے ساتھ ساتھ فنی وشعری محاسن کا خزینہ بھی ہے۔ آپ نے اس میں کہیں کہیں بالکل اچھوتے اور نرالے موضوعات کو پیش کیا ہے، اس دیوان میں بعض ردیفیں اور قوافی جدّت لیے ہوئے ہیں۔ زمینیں انتہائی مترنم اور انداز بیان میں ندرت و دل کشی ہے؛ نیز کئی بحریں نہایت سنگلاخ اور ردیفیں ادق ہیں۔ حمد و نعت کی جملہ روایات اور لوازمات کی مکمل پاس داری "بعد از خدا۔۔" کی سطر سطر میں معمور اور ورق ورق میں مسطور نظر آتی ہیں۔ اس دیوان میں حروفِ ہجائیہ کا بھرپور لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس میں کل ۳ر حمدیہ نظمیں، ۱۶۰ر نعتیں، ۳ر طویل آزاد نظمیں، ۳۴ر قطعات، ۵۰ر مناقب اور ۲۴ر سہرے اور دیگر منظومات کے علاوہ ۲۷ر ہندی و سنسکرت زبان پر مشتمل نعتیہ کلام ہیں جو چھند اور چوپائیوں پر مشتمل ہیں۔ آپ نے پوربی میں بھی مدحتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دیپک روشن کیے ہیں۔

"بعد از خدا۔۔"میں شامل ایک نعتیہ نظم۔۔۔"آرزوئیں کیسی ہیں؟کاش یوں ہوا ہوتا!"۔۔۔ایک اچھوتی اور منفرد نعت ہے، جسے مثالی نہیں بل کہ بے مثالی کہا جائے تو یہ مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔ اس نعت میں آپ نے سارے مضامین احادیثِ طیبہ کی روشنی میں بڑی خوب صورتی اور دل کشی کے ساتھ نظم کیے ہیں۔ جو ہر اعتبار سے لائقِ تحسین و آفرین ہیں۔ مذکوہ نظم نما نعت کے دو بند نشانِ خاطر ہوں ؎

کاش میں حلیمہ کی بکری ہی رہا ہوتا!
آقا مجھ کو لے جاتے ، بَن میں چر رہا ہوتا!

دودھ دوہتے آقا اپنے دستِ اقدس سے
آج تک مقدر پر ناز کررہا ہوتا!
آرزوئیں کیسی ہیں ؟ کاش یوں ہوا ہوتا !

اک چٹان کی صورت کاش میں رہا ہوتا!
آقا پاؤں رکھ دیتے ، موم بن گیا ہوتا !
نوری عکس قدموں کا دل میں بھر لیا ہوتا!
ان کے جاں نثاروں کے دل میں بس گیا ہوتا!
آرزوئیں کیسی ہیں ؟ کاش یوں ہوا ہوتا !

اسی طرح اس دیوان میں درج دو نعتیں بحر طویل میں نظم کی گئی ہیں۔ جو یقیناً اردو میں اپنی نوعیت کی منفرد نعتیں ہیں۔ طویل بحر کے باوجود شعریت و نغمگی اور سلاست وروانی کہیں بھی مفقود نہیں ہوئی ہے۔ دونوں نعتوں کے مطلع خاطر نشین فرمائیں ۔

مصرعۂ اولیٰ: کیا ہوا آج کہ خوشبو سی ہوا میں ہے تجلّی سی فضا میں ہے مہکتی ہوئی گلیاں ہیں چٹکتی ہوئی کلیاں ہیں چمن کیف میں جھومے ہے فلک وجد میں گھومے ہے سجی آج یقیناً کہیں پھر نعت کی محفل

مصرعۂ ثانی: نکہتیں لیتی ہیں انگڑائی جو طرفہ ہیں رعنائی قدسی کی قطاریں ہیں درودوں کی بہاریں ہیں سماں برکتوں والا ہے اُجالا ہی اُجالا ہے کہ سرشار ہے آقا کی محبت میں ہر اک روح ہر اک دل

مصرعۂ اولیٰ: یہی آرزو ہے یہی جستجو ہے کہ جب تک رہیں دھڑکنیں میرے دل میں چلیں میرے سینے میں جب تک یہ سانسیں کیے جاؤں آقائے نعمت کی باتیں انہی مصطفی جانِ رحمت کی باتیں

مصرعۂ ثانی: زباں پر مری بس انہی کا بیاں ہو مری روح میں یاد ان کی نہاں ہو رہے وقف ان کے لیے میرا تن من مرے دل میں ہوں ان کی الفت کی باتیں محبت کی باتیں عقیدت کی باتیں

نظمی مارہروی کی دینی، علمی، ادبی اور شعری خدمات کی اس وسعت، رنگارنگی اور تنوع کو دیکھتے ہوئے اس امر پر حیرت ہوتی ہے کہ اس بلند وبالا سب رنگ علمی شخصیت کا دنیائے علم و ادب میں حتیٰ کے نعتیہ ادب کے حوالے سے بھی ویسا تذکرہ نہیں ہے جس کے وہ حق دار ہیں۔ جب کہ آپ کے موے قلم سے نکلے ہوئے کلام کی عوامی مقبولیت کا تو یہ عالم ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے بعد اگر کسی نعت گو شاعر کا کلام شہرت کی بلندیوں کو چھورہاہے تو وہ بلاشبہ سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی ہی کا کلام بلاغت نظام ہے۔

نظمی مارہروی کے کلام کے مطالعہ وتجزیہ کے بعد قاری کے دل پر جو نقشِ اوّلین مرتب ہوتا ہے وہ ہے آپ کے کلام کا کلامِ رضا کا عکسِ جمیل اور مظہرِ حسین ہونا۔ نظمی مارہروی کے کلام کی دیگر لائقِ تحسین خصوصیات میں یہ ایک اہم خصوصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام کو پڑھ کر اہلِ عقیدت و محبت آپ کو ''پرتوِ کلامِ رضا'' کے مہتم بالشان لقب سے یاد کرتے ہیں ۔

پرتوِ کلکِ رضا لاریب! نظمی کا قلم
فیض نے ان کے مجھے حسّاں بنا کر رکھ دیا

کلامِ رضا اور کلامِ نظمی میں جو صوتی و معنوی ہم آہنگی پائی جاتی ہے اگر اس کی جملہ مثالیں ''بعد از خدا۔۔'' کے حوالے سے پیش کی جائیں تو صفحات کے صفحات پُر ہوسکتے ہیں۔ ذیل میں صرف چند ہی مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ۔

لطف اُن کا عام ہوہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہوہی جائے گا
(رضابریلوی)

لطف اُن کا عام ہوگا جس گھڑی میزان پر
نظمی عاصی کا بیڑا پار ہوہی جائے گا
(نظمی مارہروی)

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بل کہ جسم میں جاں نہیں
(رضابریلوی)

وہ تبسم کہ روتے ہوئے ہنس پڑیں، وہ تکلم کہ فصحا بھی گونگے بنیں
وہ تقدس کہ قرآن مدحت کرے، اور بشارت دیں سب نبی ہر طرف
(نظمی مارہروی)

عرش کی عقل ہے چرخ میں آسمان ہے
جانِ مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے
(رضا بریلوی)

رفعتِ مصطفائی پر عرش کی عقل دنگ ہے
ان کی ہر اک ادا میں کیا محبوبیت کا رنگ ہے
(نظمی مارہروی)

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
(رضا بریلوی)

مالک کہوں کہ صاحبِ رحمت کہوں تجھے
پروردگارِ خلق کی نعمت کہوں تجھے
(نظمی مارہروی)

حقیقت تو یہ ہے کہ نظمی مارہروی کی وسیع تر شعری کائنات اور آپ کے فنی دروبست نیز جذبہ و فن کی طہارت، لفظ و معنیٰ کے انسلاکات، فصاحت وبلاغت، تشبیہات و تلمیحات، استعارات و پیکرات، شعریت وادبیت اور شگفتگی و پختگی پر کماحقہٗ تبصراتی مقالہ قلم بند کرنا بھی اہلِ علم و دانش کا کام ہے۔ میرے لیے یہ مشکل ترین امر ہے کہ میں نظمی مارہروی کی نعتیہ شاعری پر کچھ روشنی ڈال سکوں۔ بہ ہر کیف! فیضِ رضا سے پرتوِ کلامِ رضا کے لیے میرا خامۂ خام چل پڑا ہے۔

نظمی مارہروی فنِ نعت گوئی کے جملہ لوازمات سے مکمل طور پر آگاہ ہیں۔ آپ کی نعت گوئی گوناگوں محاسن سے لبریز ہے۔ آپ نے اپنی نعتوں میں کم و بیش انہی موضوعات کو برتا ہے جو امامِ نعت گویاں رضاؔ بریلوی کی نعتوں میں جلوہ گر ہیں۔ ویسے نظمی نے سیرتِ طیبہ کے بعض ایسے گوشوں کو بھی اپنی نعتوں میں سمویا ہے جو دوسرے نعت نگاروں کے یہاں خال خال نظر آتے ہیں۔ اس لحاظ سے نظمی ایک منفرد لب و لہجے کے نعت گو شاعر کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔ آپ کے نعتیہ کلام کی زیریں رَو میں موضوعات کا گہرا تنوع ہے۔ فکر و فن اور جذبہ و تخیل میں ہمہ جہتی و ہمہ گیریت پنہاں ہے۔ آپ نے اپنی نعتوں میں جن موضوعات کو بڑی خوش اسلوبی سے برتا ہے اس کی ایک اجمالی فہرست ذیل میں نشانِ خاطر ہو:

(۱) اللہ رب العزت جل شانہ کی حمد و ثنا۔
(۲) رسول اللہ ﷺ کا اللہ کا نور اور باعثِ ایجادِ عالم واصلِ عالم ہونا۔
(۳) رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی عطا سے غیب پر آگاہ ہونا۔
(۴) رسول اللہ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا اور آپ کی حیات۔
(۵) رسول اللہ ﷺ کی محبوبیت (اللہ کا محبوب ہونا)۔
(۶) رسول اللہ ﷺ کا معراج کی شب لامکاں کا مکیں ہونا۔
(۷) رسول اللہ ﷺ کا دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا۔
(۸) رسول اللہ ﷺ کا مالک و مختار ہونا۔
(۹) رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا۔
(۱۰) رسول اللہ ﷺ کا قاسمِ نعمت ہونا۔
(۱۱) رسول اللہ ﷺ کا بے مثل و بے مثال ہونا۔
(۱۲) رسول اللہ ﷺ کی فصاحت و بلاغت سب سے اعلیٰ و ارفع ہونا۔
(۱۳) رسول اللہ ﷺ کا شافع یوم النشور ہونا۔
(۱۴) رسول اللہ ﷺ کی میلادِ پاک کا جشن منانا۔
(۱۵) رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ ہونا۔
(۱۶) رسول اللہ ﷺ کے معجزات کا ذکر کرنا۔
(۱۷) رسول اللہ ﷺ کے شہرِ پاک مدینۂ طیبہ کا ذکر کرنا۔
(۱۸) رسول اللہ ﷺ کے دیگر آسمانی کتب میں ذکر و ثنا کو بیان کرنا
(۱۹) رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں قوم و ملّت کی بدحالی پر استغاثہ و فریاد کرنا۔
(۲۰) رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر اصلاحِ اعمال و عقائد کے ساتھ قومِ مسلم کو عمل کرنے کی تلقین کرنا۔

کلامِ نظمی میں ان موضوعات کی جو رنگا رنگی، والہانہ امتزاج اور گہرا رچاؤ شعریت و ادبیت اور فنی محاسن کے ساتھ موج زن ہے وہ قاری و سامع کو ایک کیف آگیں لطف و سرور سے سرشار کرتے ہوئے بصیرت و بصارت اور شادابگی و وارفتگی سے ہم کنار کرتے ہیں۔ "بعد از خدا۔۔۔" سے چند نمایندہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

چل قلم اب حمدِ رب مقصود ہے
تیرا میرا سب کا جو معبود ہے
فخرِ دوعالم نورِ مجسم رحمت سے بھرپور
رب نے انہیں بخشے ہیں خزانے نعمت سے بھر پور
اُجالا جس کا ہے دو جہاں میں وہ میرے آقا کی روشنی ہے
انہیں کی قدموں کی برکتوں سے یہ زندگی آج زندگی ہے

رفیع وہ ہیں کہ رفعتوں پر انہیں کے قدموں کا ہے اجارا
شفیع وہ ہیں شفاعتوں پر انہیں کی مُہرِ کرم لگی ہے

کیسا انسان وہ پیدا ہوا انسانوں میں
خون توحید کا دوڑا دیا شریانوں میں

آغاز سے اخیر تک قرآں ہے نعتِ مصطفی
محبوب کے بیان کا کیسا انوکھا ڈھنگ ہے

طیبہ کی آرزو میں مرا دل اداس ہے
زندہ ہوں بس کہ پھر وہاں جانے کی آس ہے

طیبہ کی ارضِ پاک پہ تدفین ہو مری
اللہ کے حضور یہی التماس ہے

نعتیہ شاعری کے جملہ لوازمات میں عشقِ رسول ﷺ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ اگر عشق نہ ہو تو ایک مصرع بھی موزوں نہیں ہوسکتا۔ عشقِ رسالت مآب ﷺ کے ساتھ حزم و احتیاط بھی نعت نگاری کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ نظمیؔ مارہروی حضور سیدِ عالم ﷺ کی آل ہیں آپ کی رگوں میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مؤدبانہ محبت والفت رچی بسی ہے۔ نظمیؔ کا تصورِ عشق پاکیزگی وطہارت اور سچائی ونظافت لیے ہوئے ہے۔ آپ کے کلام میں مجازی محبوبوں کی طرح اظہارِ عشق کا عامیانہ انداز نہیں ملتا، بل کہ حزم و احتیاط اور احترام وعقیدت کی جو جلوہ ریزیاں ہیں وہ صدیقی شیفتگی، فاروقی جاں نثاری، عثمانی فداکاری، علوی سرشاری، بلالی سپردگی، صہیبی وارفتگی اور حسانی نغمگی سے عبارت ہے۔ آپ کے تصورِ فن پر تصورِ عشق کا غلبہ ہے۔ آپ کے یہاں خارجیت سے زیادہ داخلیت نمایاں ہے اور یہ داخلیت آپ کا جذبۂ حبِّ رسول ﷺ ہے؛ کہ اسی میں ڈوب کر آپ نے مدحتِ رسول ﷺ کے جواہر پارے بکھیرے ہیں۔ جو آپ کے کلام کو ایک شیریں لطافت اور پُر کیف وارفتگی سے ہم رشتہ کرتے ہیں۔

طاقِ دل پہ رکھی ہے شمع عشقِ احمد کی
نور کی شعاعوں سے بھر گیا ہے من میرا

میں عشقِ شہ دیں میں ہوجاؤں فنا اک دن
ہر سو مری شہرت ہو کچھ ایسی کلا آئے

دل میں عشقِ مصطفی کا نوری جوہر رکھ دیا
کیا کیا چھوٹے سے کوزے کو سمندر کردیا

عشقِ نبی ہے جس دل میں وہ سچا دل
اُس بِن موت سے ناتا ہے، اب سمجھو بھی

نظمیؔ مارہروی نے سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں فداکارانہ سرشاری کے باوجود دامنِ حزم و احتیاط کو ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ آپ نے عبد و معبود کے واضح فرق کو ہر حال میں ملحوظِ خاطر رکھا، افراط و تفریط اور غلو و مبالغہ سے کوسوں دور آپ نے شریعت و طریقت کے تقاضوں کی تمیز مدِ نظر رکھی، قرآن وحدیث کے متقاضی موضوعات و روایات کو ہی اپنی نعتوں میں نظم کیا۔ آپ کے یہاں من گھڑت اور موضوع روایات کا کہیں بھی گذر نہیں ملتا۔ جذبوں کی صداقت وطہارت، پاکیزہ خیالات، دل نشین تصورات، تصوف ومعرفت کی حلاوت وگھلاوٹ، سلاست وروانی، سادہ لفظیات کی دل کشی، جزئیات نگاری، شعری حُسن وجمال، موسیقیت و نغمگی، مضمون آفرینی، صنائعِ لفظی و معنوی، پیکر تراشی، شگفتہ بیانی، ترکیب سازی اور دیگر فنی محاسن کی جو تہہ داریت کلامِ نظمیؔ میں پنہاں ہے وہ انہیں اپنے معاصر نعت گو شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔ بل کہ نظمیؔ کے بعض اشعار میں تو مضمون آفرینی کی ایسی گہرائی وگیرائی ہے کہ اُن پر گھنٹوں گفتگو کی جاسکتی ہے۔

خود سے پوچھا جو کبھی اپنا پتا بھولے سے
جانے کیوں کوچۂ طیبہ کی طرف دھیان گیا

احساس تجھ کو دیدِ خدا کا نہ ہو تو کہہ
سرکار کے خیال کو دل میں جما کے دیکھ

وہ سرورِ کشورِ رسالت شفاعتیں بے مثال ان کی
خدا کے بندے ہمارے آقا عنایتیں بے مثال ان کی

لباسِ پیوند، منہ میں روزہ، شکم پہ پتھر، چٹائی بستر
یہ سادگی بے نظیر ان کی قناعتیں بے مثال ان کی

یہ لعابِ نبی ہی کا اعجاز تھا دُکھتی آنکھیں علی کی بھلی ہو گئیں
بابِ خیبر اُکھاڑا بہ چشم زدن گونج اُٹھا نعرۂ حیدری ہر طرف

حضرتِ جابر کے گھر کی دعوت کی تھی کیا شان
ریزہ ریزہ مالکِ کل کی برکت سے بھر پور

بت پرستی کا اندھیرا تھا عرب میں چار سو
روشنی توحید کی لایا نبوت کا چراغ
وہ غار کہ جس نے اک تاریخ بنائی ہے
اس غار کو کیا کہیے اس یار کو کیا کہیے

شعور کے رخ سے اٹھ رہے ہیں یقیں کے ہاتھوں گماں کے پردے
وہ ربِّ واحد یہ عبدِ واحد یہی ہے وحدت یہی دوئی ہے

نظمی مارہروی کے کلام کا ایک اور اہم توصیفی پہلو یہ ہے کہ آپ نے مشکل پسندی کو اپناتے ہوئے کبھی کبھی بڑی سنگلاخ بحروں کو منتخب کیا ہے اور مشکل ردیفوں میں اپنا شاعرانہ کمال ادیبانہ مہارت سے دکھایا ہے۔ ممتاز فکشن رائٹر سید محمد اشرف برکاتی مارہروی (انکم ٹیکس کمشنر، دہلی) کے بہ قول: ''نظمی کی ایک اور خوبی سے صرفِ نگاہ کرنا بے انصافی ہوگی وہ یہ کہ نظمی کہیں کہیں بڑی ٹیڑھی ترچھی بحروں میں اور کبھی بہت ادق ردیفوں میں اپنا کمالِ شعر آزمایا ہے۔ لیکن خدا لگتی کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ ایسے تمام موقعوں پر کمالِ فن نے نظمی کے ہاتھ چومے ہیں۔''[۶]

روایتی بحروں اور ردیفوں کے علاوہ نظمی نے بعض ایسی ردیفیں چنی ہیں کہ دوسروں کے لیے ان میں طبع آزمائی کرنا دشوار گذار اور کٹھن مرحلہ ہے۔ نظمی کی چند سنگلاخ زمینوں پر مبنی نعتوں کے مطلعے بہ طورِ مثال ذیل میں نشانِ خاطر ہوں ؎

اے صبا لے کے تو آ ان کے بدن کی خوشبو
میں بھی سونگھوں ذرا جنت کے چمن کی خوشبو

اے بادِ صبا ان کے روضہ کی ہوا لے آ
ہم ہجر کے ماروں کو طیبہ سے دوا لے آ

حج کے وہ منظر سہانے ہم کو یاد آئے بہت
لوٹ کر اپنے وطن کو ہم تو پچھتائے بہت
ہزار بار مرے دل نے کی سکوں کی تلاش
ہوئی مدینے میں پوری مرے جنوں کی تلاش

بارہ ربیع الاول کے دن اتری جو لاہوتی شعاع
آدم سے ایں دم تک سب کو فیض رساں وہ نوری شعاع

لوحِ محفوظ پہ قرآن کی آیت چمکی
تب لبِ عیسا پہ احمد کی بشارت چمکی

طیبہ کے تاج دار نے دی زندگی نئی
وہ آئے اور پھیل گئی روشنی نئی

انسان کو انسان بناتی ہے حدیث
پیغام شرافت کا سناتی ہے حدیث

نامِ احمد ہے خدا کے فضل سے ایماں کی روح
رحمتِ ربِّ علا ہے اس شہ ذی شاں کی روح

جب بھی کوئی پوچھتا ہے اہلِ سنت کی سند
پیش کردیتے ہیں ہم تو اعلا حضرت کی سند

کس نے سمجھا قرآن کا ماخذ
درحقیقت ہیں مصطفا ماخذ

جانِ ایماں ہے شہ دیں کی عداوت سے گریز
باعثِ قہرِ خدا ہے ان کی سنت سے گریز

نکہتِ عرقِ محمد ہے گلستاں کی اساس
طلعتِ نورِ محمد ماہِ تاباں کی اساس

الفت نبی کی روح میں اپنی رچا کے دیکھ
دل کو جمالِ یار کا شیشہ بناکے دیکھ

سرخیاں حبِّ نبی کی جس کے دل میں رچ گئیں
خوبیاں اس شخص کی رضواں کے دل کو جچ گئیں

علاوہ ازیں چند مشکل اورادق ردیفیں اس طرح ہیں :، فقط، بھرپور، بارش، خاموش، اخلاص، عارض، محفوظ، چراغ، طفیل وغیرہ۔

جیسا کہ اس بات کا اظہار کیا جاچکا ہے کہ نظمی مارہروی کی شخصیت علومِ جدیدہ اور علومِ دینیہ کا حسین سنگم ہے۔ آپ دریائے قرآنیات، سیرت، احادیث اور تاریخِ اسلامی کے ایک مشّاق شناور ہیں۔ آپ قرآنی اسلوب، قرآنی مضامین، احادیثِ نبویہ کے تقاضوں اور سیرتِ طیبہ کے صدرنگ پہلوؤں کے دانا وبینا عالم وفاضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شعر کہتے وقت آپ اس گہرے دریا سے ایسے ایسے قیمتی موتی نکال لانے میں کام یاب ہو جاتے ہیں جو آرایش وزیبایش نعت کے لیے غایت درجہ ضروری واہم ہیں۔ آپ نے اپنے بیش تر اشعار کی بنیاد آیاتِ قرآنی اور حدیثِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھی ہے۔ آپ کی نعتوں میں اردو کے ساتھ ساتھ فارسیت کی آمیزش اور عربی زبان کا گہرا رچاؤ پایاجاتاہے۔ عربی وفارسی کے استعمال کے باوجود قاری کو اکتاہٹ نہیں محسوس ہوتی بل کہ وہ مکمل طور پر ان اشعار سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ یہ امر نظمی مارہروی کے ایک کام یاب اور قادرالکلام نعت گو شاعر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ان اعطینٰك الکوثر قرآں کا اعلان
میرے نبی اوصاف میں یکتا کثرت سے بھر پور
ثم دنا فتدلیٰ کا مصداق بنا معراج کی شب
عرش سے آگے منزل کرنے ہمت والا آیا ہے

ان ھو الا وحی یوحیٰ کس کے نطق کا چرچا ہے
کس کی خطابت کس کی فصاحت کس کی بلاغت ؟اُن کی اُن کی

سجدۂ محشر کریں گے جب حبیبِ کبریا
یامحمد ارفع راسك رب یہی فرمائے گا
راحت فزا ہے سایۂ دامانِ مصطفی ﷺ
رحمت کا آب شار ہیں چشمانِ مصطفی ﷺ
جانِ رحمت قاسمِ نعمت حبیبِ کبریا ﷺ
ترجمانِ کلمۂ وحدت لسانِ مصطفی ﷺ

عربی اور فارسیت کے اس گہرے رچاؤ کے ساتھ ساتھ نظمی نے اپنے کلام میں ہندوستانی عناصر، علاقائی بولیوں کا بھی حُسنِ ادا کے ساتھ استعمال کیاہے اوراپنے اردو کلام میں ہندی بھاشا کی آمیزش بھی کی ہے جس سے نظمی کے پیرایۂ زبان وبیان میں ایک پُرکشش بانکپن پیدا ہو گیاہے۔

عرش سے پرے جا کر مصطفا نے فرمایا
یہ زمیں بھی ہے میری اور یہ گگن میرا

ان سے جگ اجیارا وہ غریبوں کا سہارا ان کی رحمت سے سارے لوگ آس لگاتے ہیں
پاوں پتھر پہ راکھیں تو نشان پڑجائے یہ چمتکار میرے آقا نت ہی دکھاتے ہیں

چشتی قادری مدھو شالا کے رند ہیں ہم
مدنی آقا پلاتا ہے ، اب سمجھو بھی
واللیل و والضحیٰ سے ہیں آقا کے زلف ورخ مراد
دل نور جسم نور ہے نورانی انگ انگ ہے
گاگا کے اے نادان نہ کر قراتِ قرآں
نغمہ ہے یہ توحید کا سرگم تو نہیں ہے

گنگا اور جمنا یہ خالص ہندوستانی علامتیں ہیں۔ ہندوستان کے اہلِ ہنود کے نزدیک یہ دونوں دریا تقدس کے آثار لیے ہوئے ہیں۔ نظمی کے یہ اشعار دیکھیں ان میں ہندوستانیت نمایاں ہے، آپ نے گنگ وجمن کا تذکرہ کرتے ہوئے ان ناقدین کو تازیانہ لگایاہے جو یہ کہتے ہیں کہ "مذہب پسند مسلم شعرا ہندوستان میں بیٹھ کر عرب وایران کے گن گاتے ہیں "۔

ارضِ گنگ بھی میری خطۂ جمن میرا
میں غلامِ خواجہ ہوں ہند ہے وطن میرا
قادری چشتی مہک بڑھ گئی مارہرہ میں
یوں تو پہلے سے ہی تھی گنگ و جمن کی خوشبو

نظمی کا وطن مارہرہ۔ شمالی ہندوستان میں ہے جسے پورب بھی کہتے ہیں اور وہاں کی علاقائی بولی کو پوربی کہا جاتا ہے۔ نظمی نے پوربی بھاشا میں بھی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ محبت

لٹایا ہے۔ نظمی مارہروی کا پوربی رنگ و آہنگ ملاحظہ ہو ؎

ہمرے حک میں دعا کرو ہم طیبہ نگر کو جاوت ہیں
آکا کے سہر کے رہواسی جنت کا مجا اٹھاوت ہیں
جہاں ستر ہجار فرستن کی دن رات سلامی ہووت ہے
وہ چوکھٹ میرے نبی کی ہے جہاں چین ہجاروں پاوت ہیں
گنبد وہ ہرا جب دیکھت ہے دل دھڑکن دھڑکن لاگت ہے
سینہ ٹھنڈا ہوجاوت ہے نینیں بھی تراوٹ پاوت ہے
منبر محراب کو دیکھت ہیں سرکار کی یاد ستاوت ہے
چپکے چپکے ہمری آنکھیں سُمِرن کے نِیر بہاوت ہیں

درج بالا نعتیہ کلام کے علاوہ بہ عنوان "نوری آستانہ" منقبت میں بھی پوربی بولی کی دل کش اور پُر بہار فصل خامۂ نظمی نے یوں اگائی ہے ؎

ہم کا پیم نگری ماں پیہی جی بسا لینا
تمھرے چرنوں ماں دم دیں ای ہمار حسرت ہے
ہمرے سُونے نینوں ماں نور ڈال دیو سرکار
کب سے تمھرے درشن کو من ہمار تڑپت ہے

کم سے کم لفظوں میں بڑے سے بڑا مفہوم ادا کرنے میں ترکیبیں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ نظمی مارہروی کو زبان و بیان پر عالمانہ دست رس حاصل ہے ۔ اس وجہ سے آپ نے اپنی نعتوں میں اچھوتی اور نرالی ترکیبوں کا برجستہ استعمال کیا ہے۔ اس موقع پر نظمی کی زبان و بیان پر عالمانہ دسترس سے متعلق سید محمد اشرف برکاتی مارہروی کا یہ خیال پیش کرنا غیر مناسب نہ ہو گا: "نظمی کی زبان دانی کے سلسلے میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان کا شعری شجرہ حضور سید العلماء سیدؔ میاں مارہروی اور حضرت احسنؔ مارہروی سے ہوتا براہِ راست داغ دہلوی تک پہنچتا ہے جنھوں نے بڑے زعم کے ساتھ یہ شعر کہا تھا ؎

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

زبان کے سلسلے میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ نظمی کے داداجان حضرت سید آلِ عبا اردو زبان کے منفرد انشا پرداز اور صاحب اسلوب ادیب تھے۔"[۶]

نظمی مارہروی نے اپنے کلام میں اپنی زبان دانی کے جوہر بکھیرتے ہوئے نت نئی ترکیباتِ لفظی کے انسلاک سے اپنی نعتوں کو دو آتشہ بنا دیا ہے۔ نظمی کی ترکیب سازی میں وہ تازگی و طرفگی، رنگارنگی اور تازہ کاری و نادرہ کاری ہے کہ بس بے ساختہ سبحان اللہ! کہنے کو جی چاہتا ہے ؎

وہ سرِ وحدت، وہ رازِ قدرت، وہ رمزِ خلقت، وہ کنزِ رحمت
وہ شان و شوکت کہ ہر زباں پر انہیں کی تعریف ہو رہی ہے

مسیحائی میں یکتا ہو مدارِ دوجہاں تم ہو
ہمارے درد کے درماں طبیبِ انس و جاں تم ہو
سرو گل زارِ ربِّ جلیل آپ ہی ہیں
گلِ زیبائے باغِ خلیل آپ ہی ہیں
آپ ہی مدعائے کلیمی ہیں آقا
اور ظہورِ دعائے خلیل آپ ہی ہیں

صدقۂ نورِ محمد ہے وجودِ عالم
حُسنِ عالم ہے رہینِ خدو خالِ عارض
مطلعِ نظم جہاں رُخِ انور ان کا
حُسنِ مطلع کو مناسب ہے مثالِ عارض
نکہتِ عرقِ محمد ہے گلستاں کی اساس
طلعتِ نورِ محمد ماہِ تاباں کی اساس
روئے زیبائے محمد حُسنِ کنعاں کی اساس
نقشِ پائے مصطفی مہرِ درخشاں کی اساس
سجدہ گاہِ قلبِ مومن آستانِ مصطفی
افتخارِ نور و نکہت گلستانِ مصطفی
راحت فزا ہے سایۂ دامانِ مصطفی
رحمت کا آب شار ہیں چشمانِ مصطفی

نظمی ایک کثیر المطالعہ شخص ہیں۔ بہ ایں سبب آپ کے فن میں بلا کا تنوع اور ہمہ گیری و ہمہ جہتی ہے۔ آپ کا فکری کینوس وسیع تر ہے۔ نظمی اسلامیات کے دل دادہ تو ہیں ہی، ادبیاتِ عالم پر بھی آپ کی گہری نظر ہے۔ آپ کثیر المطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر لسانی بھی ہیں۔ اردو کے علاوہ ہندی ، انگریزی، عربی، فارسی، گجراتی ، اور

سنسکرت ادب پر بھی آپ کو دَرک حاصل ہے۔ آپ کو روایتی ادب، ترقی پسند ادب، جدید ادب، مابعد جدید ادب، ساختیات، پسِ ساختیات، اور نئے عہد کی شعری تخلیقیت جیسے دیگر ادبی نظریات کا بھی گہرا عرفان ہے۔ آپ کو جہاں میرؔ و غالبؔ، داغؔ و اصغرؔ، اقبالؔ ورضاؔ، محسنؔ و امیرؔ، کبیرؔ و نانکؔ اور ٹیگورؔ کے شعری و ادبی اثاثے سے آگاہی ہے وہیں آپ ورڈسؔ ورتھ، کیٹسؔ، شیلےؔ، بائرنؔ، ایلیٹؔ، ولیم جانسنؔ، رچرڈسؔ، ٹیلرؔ، اشپر نگرؔ، کارگلؔ، شیکسپیرؔ اور براؤنؔ جیسے مغربی ادیبوں کے فکری رجحانات سے بھی آشنا ہیں۔ مطالعہ و معلومات کی اس وسعت و آفاقیت اور ہمہ جہتی کے اثرات آپ کی شعری اور نثری تصانیف میں جابہ جا ملتے ہیں۔ آپ کے یہاں عصری آگہی بھی نمایاں ہے۔ آپ اسلامیات وروحانیات اور ادب کے مختلف نظریات کے ساتھ ساتھ فلمی ادب، جاسوسی ادب اور صحافتی ادب جیسے نازک موضوعات پر بھی وسیع نظر رکھتے ہیں اس اعتبار سے آپ کے کلام میں متنوع خصوصیات کی تہہ داری اور رنگا رنگی پائی جاتی ہے ۔

پہنچا وہی منزل پر ابھرا وہی ساحل پر
جو عشق کے رستے میں ہر گام گرا ، اُٹھا
ماں کے قدموں کے تلے جب میں نے یہ سر رکھ دیا
رب نے حصے میں مرے اونچا مقدر رکھ دیا
ایک پہچان یہ مومن کی بتاتی ہے حدیث
وہ جو محبوب رکھے جاں کے برابر اخلاص
جو پست پست کیا عاصیوں کو وحشت نے
تو مست مست کیا مصطفی کی رحمت نے
مفادِ ذات کی خاطر کسی سے کچھ مانگوں
کبھی کیا نہ گوارا یہ میری غیرت نے

آج عالمی سطح پر مسلمانوں کی جو ناگفتہ بہ حالت ہے وہ جگ ظاہر ہے۔ ہماری شوکت واقتدار کا دبدبہ ختم ہو چکا ہے۔ ان کے اسباب و علل میں سب سے اہم مسلمانوں کی قرآن اور صاحبِ قرآن سے دوری ہے۔ اگر آج کے مسلمان ماضی کی تاب ناکی دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں کن باتوں عمل کرنا پڑے گا۔ اس کی طرف اشارا کرتے ہوئے نظمی مارہروی جیسے سچے اور مخلص شاعر نے جو انداز اختیار کیا ہے اس سے امتِ مسلمہ کے تئیں ان کا سوزِ دروں عیاں ہوتا ہے ۔

ماضی کی عظمتیں تجھے پھر ہوں گی دست یاب
قرآن کے اصول ذرا آزما کے دیکھ
آج بھی فتح و نصرت پر قبضہ ہو قومِ مسلم کا
کاش جئیں ہم اس دنیا میں قرآنی کردار لیے
مسلمانو! سنبھل جاؤ یہ کیا حالت بنائی ہے؟
لقب قرآں نے تم کو دے رکھا ہے خیرِ اُمّت کا
رسومِ لغو چھوڑو ، سنتوں پر ہو عمل پیرا
بناؤ مستحق خود کو سرِ محشر شفاعت کا

اسی طرح دنیا کے بڑے بڑے دانش وروں اور نکتہ رسوں نے اپنے اپنے انداز سے زندگی کا فلسفہ پیش کیا ہے لیکن نظمی جیسے عاشقِ صادق کا فلسفۂ زندگی ان سب سے جدا تقدیسی حیثیت کا حامل ہے جو طہارت و پاکیزگی اور کوثر و تسنیم کا تقدس لیے ہوئے ہے ۔

حبِّ احمد میں چھپی ہے زندگی
یہ نہ ہو تو موت سی زندگی
وادیِ طیبہ میں رہنا گر ملے
ہم یہ سمجھیں اب ملی ہے زندگی
دم بہ دم ہو ذکر نامِ پاک کا
ہاں یہی ہے ہاں ہی ہے زندگی
ان سے اُلفت اور ان کی آل سے
عاشقی در عاشقی ہے زندگی
نظمی جی نعتِ نبی پڑھتے رہو
زندگی ہے زندگی ہے زندگی

یوں تو نظمی مارہروی کی زیادہ تر نعتیں غزل کے فارم میں ہیں لیکن آپ نے دیگر ہیئتوں مثلاً: مثلث، مربع، مخمس اور آزاد نظم میں بھی مدحتِ سرکار ﷺ کی خوشبوئیں فضائے نعت میں بکھیری ہیں۔ ان ہیئتوں میں پر مشتمل کلام کی چند مثالیں خاطر نشین ہوں ۔

حق اللہ کی بولی بول الا اللہ سے گھیرا کھول
اللہ ہو سے قلب جگائے جا

میری سانسوں میں تم دل کی دھڑکن میں تم
شہر و صحرا میں تم ، گلشن و بن میں تم
جس طرف دیکھوں میں تم ہی جلوا نما
مصطفا مصطفا مرحبا مرحبا مرحبا

میں تھا اور مری تنہائی تھی ، تنہائی بس تنہائی
کوئی نہ ساتھی کوئی نہ ہمدم ، یاس کی گھور گھٹا چھائی
تب پھر یادِ مدینہ لے کر بادِ صبا صر صر آئی
گنبدِ سبز کی رنگت سے پھر روح میں ہریالی آئی
دیکھی ان کی یاد کی برکت صلی اللہ علا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شمس و قمر حق ، برگ و شجر حق　　جن و بشر حق ، قند و حجر حق
شام و سحر حق ، مد و جزر حق　　تیر و تبر حق ، زیر و زبر حق
کہاں کہاں ڈھونڈے گا حق کو ناحق گھومے ادھر ادھر
سب حق ہے سب حق ہے بھائی سب حق ہے

خدا کا بندہ ہمارا آقا
حرا میں کس کو ضیا ملی تھی
یہ کون فاران پر چڑھا تھا
امین و صادق خطاب والا
خدا کی روشن کتاب والا
کہ جس کی صورت
خدائے واحد نے اپنے بندوں کو
نعمتِ لازوال بخشی
سلامتی امن و آشتی کے اصول دے کر
کسے خدا نے عرب میں بھیجا

جیسا کہ ابتدا میں یہ ظاہر کیا جاچکا ہے کہ نظمی مارہروی نے اپنی نعتیہ شاعری کے آغاز میں امام احمد رضا بریلوی کے نعتیہ کلام پر تضامین قلم بند کیں۔ یہ تضامین فکری و فنی اعتبار سے بلند و بالا ہیں۔ یوں تو کئی نام ور شعرائے کرام نے کلامِ رضا پر تضمینیں قلم بند کی ہیں۔ لیکن ان سب میں نظمی کا اندازِ بیان اور پیرایۂ اظہار عمدگی لیے ہوئے ہے۔ یہ قول پروفیسر ڈاکٹر انور شیرازی لندن: "اردو نعتیہ شاعری میں بہت کم لوگوں نے کلامِ رضا میں پیوند کاری کی جسارت کی ہے۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند نہیں لگایا جاتا۔ نظمی نے سترہ نعتوں پر تضامین لکھی ہیں اور ہر نعت میں مخمل کے ساتھ مخمل کا ہی جوڑ لگایا ہے۔"[۸]

ذیل میں ان تضامین سے دو ایک مثالیں نشانِ خاطر فرمائیں ۔

آئے ہیں در پہ ترے دل میں لیے حزن و ملال
دشمنوں سے ہیں ترے چاہنے والے بے حال
ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو شہ دیں سنبھال
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

کیا کہنے تیرے جلوۂ زیبا کی برکتیں
افسردہ و ملول کو ملتی ہیں راحتیں
نورِ خدا کی ہر سو برستی ہیں نعمتیں
اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے

سفر حرم سے ہوا تا بہ مسجدِ اقصیٰ
بہ جسم و روح یہ کون عرش سے پرے پہنچا
یہ معجزہ مرے آقا کا تھا بہ حکمِ خدا
یہ ان کے جلوے نے کیں گرمیاں شبِ اسرا
کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ و طلائے فلک

گذشتہ صفحات میں اس امر پر روشنی ڈالی جاچکی ہے کہ نظمی مارہروی اردو کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، انگریزی، ہندی، مراٹھی، گجراتی اور سنسکرت کے بھی ماہر ہیں۔ بل کہ اردو ہی کی طرح ان زبانوں پر آپ کو مکمل ملکہ حاصل ہے۔ ان زبانوں پر آپ کی ماہرانہ اور ادیبانہ دست رس کا یہ عالم ہے کہ آپ نے انگریزی اور ہندی میں کئی کتابیں لکھیں۔ فارسی اور گجراتی سے کئی کتابیں اردو میں ترجمہ کیں۔ ہندی اور سنسکرت میں مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان زبانوں میں آپ نے نعت جیسی مشکل ترین صنفِ سخن کو کامیابی سے

برتا اور میدان مدحتِ سرکار ﷺ پر عمدہ لہلہاتی ہوئی فصل اگائی۔ سنسکرت میں لکھی گئی آپ کی ایک نعت تو عالمی شہرت کی حامل ہے۔ علاوہ ازیں ہندی میں لکھے گئے چھند اور چوپائیاں بھی قابلِ تحسین ہیں۔ ذیل میں سنسکرت اور ہندی نعتوں کے چند اشعار نشانِ خاطر ہوں ۔

سنسکرت نعت

کوٹی کوٹی پرنام نت مستک سکل پرجا جنم
ہے دین بندھو دَیا ندھی ابھی نندنم سو سواگتم
شاہِ امم شاہِ امم
جنم تتھی دوادش ربیع الاول شبھ منگلم
پرتبھا ادبھت الَو کِک پرتیا اتی سندرم
شاہِ امم شاہِ امم

ہندی نعت

قبر میں پل بھر کو وہ آئے ہر سو پھیلا نور
نظمی نے پہچان ہی لی سوامی کی چھبی مشہور
چھبی مشہور جو انکت سدا رہی تھی من درپن میں
جس کی خوشبو بسی ہوئی تھی تن من کے کن کن میں

چاند کی چھاتی چاک انگوریاں نیر بہائیں
ہاتھ چھلادیں بانجھ بکریاں دودھ دہائیں
ڈوب گگن کی گودی میں سورج پھر آئے
پتھر بولے پیڑ چلے پشو شبدش نوائے

چوپائیاں

رب نے دیا مہامت کو سب اگیات کا گیان
سارے جن مانس میں ان کا شریشٹھ استھان
سرو شریشٹھ استھان وہ سرشٹی سروت کہائے
نبیوں کے پری پورک روپ وہ جگ میں آئے

عورت کی مریادا کا اُلنگھن مت کرنا
اس نے تم کو جنم دیا ہے یہ نہ وِسرنا

نبی نے ماں کا آدر کرنا ہمیں سکھایا
جنم سپھل کرنے کا مول منتر سمجھایا

چھند

بارہ ربیع الاول کے دن بنا تھا اک اتہاس
پیدا ہوئے مہامت اس دن بن کر جگ کی آس
اللہ ایک ، رسول محمد ، کلمہ ہمیں پڑھایا
ستیہ وچن ، سد کرم ، سد ویوہا کا چلن سکھایا
کہیں نظمی جی کیسے بھولیں سوامی کا احسان
ہم تھے پشو سمان ، بنایا آقا نے انسان

"بعد از خدا۔۔" میں نعتوں کے علاوہ ایک معتد بہ حصہ منقبتوں پر مشتمل ہے جو شعری محاسن کا آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ نظمی مارہروی کے اپنے ممدوحین کے تئیں والہانہ وارفتگی اور باہوش عقیدت و محبت کی غماز بھی ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر، سیدنا علیِ مرتضیٰ، امام حسین ، شہدائے کربلا، سیدنا غوثِ اعظم، خواجہ غریب نواز، اعلاحضرت امام احمد رضا، مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا، بزرگانِ مارہرہ مطہرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں منقبتیں خامۂ نظمی نے حوالۂ قرطاس کیا ہے۔ "بعد از خدا۔۔" میں شامل مناقب کے چیدہ چیدہ اشعار خاطر نشین ہوں ۔

جنہیں نبی نے مصلا عطا کیا اپنا
وہ ناز و شانِ امامت ہیں حضرتِ صدیق
وہ ہاتھ جس کو یزیدی اسیر کر نہ سکے
وہ ہاتھ سبطِ نبی کا ہے باوضو اب تک

گلشنِ فاطمہ کے وہ شاداب گل ، وہ مسیحا نفَس شاہِ عالی نسب
کھیل ہی کھیل میں مردے زندہ کیے قُم باذنی جو حکمِ قوی ہو گیا

تھا جو اک اجڑا ہوا سا شہر ریگستان کا
اس کو اجمیرِ مقدس کہلوایا آپ نے

شاہِ برکت کی برکات کیا پوچھیے جس کو جو بھی ملا ان کے گھر سے ملا
پرتوِ طیبہ مارہرہ جب بن گیا، نور کا فیض نوری کے در سے ملا

دل کش و دل چسپ شیریں دل نشین و دل پسند
بوالحسن سے ملتا جلتا ہے بیانِ بوالحسین

علاوہ ازیں نظمی مارہروی نے اس مجموعہ میں اپنے لکھے ہوئے سہروں اور رخصتیوں کو بھی شامل کیا ہے۔ یہ سہرے اور رخصتیاں بھی اپنے طرزِ اظہار، پیرایۂ بیان اور مضامین کی ندرت کے باوصف خاصے کی چیز ہیں۔ ان میں جہاں نصیحت آموز مضامین کی فراوانی ہے وہیں شعری حُسن و جمال سے یہ نظمیں آراستہ و مزین ہیں۔ نظمی مارہروی نے ان سہروں میں نعتیہ و منقبتی انداز اختیار کرکے اس صنف کو بھی اپنے امتیازی اسلوب کے سبب ایک دل کش تقدس عطا کر دیا ہے۔ جو آپ کو دیگر پیشہ ور سہرا نویس اور رخصتی نگار شعرا سے منفرد اور ممتاز کرتا ہے۔ حضرت امینِ ملّت پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں مارہروی کی رسمِ مناکحت کے موقع پر نظمی کا لکھا گیا سہرا اندازِ بیان کے اعتبار سے اچھوتا اور نرالا بانکپن لیے ہوئے ہے، ردیف و قوافی کی جدت و ندرت اور فکری طہارت قاری کو مسرت و بصیرت سے آشنا کرتی ہے۔

صبا کے جھونکوں میں ہے ترنم کلی کے ہونٹوں پہ ہے تبسم
بہار کی گود پاکے دیکھو ہمک رہا ہے ہمکتا سہرا
فضا میں نغمے بکھر رہے ہیں خوشی سے چہرے نکھر رہے ہیں
حیاتِ نو کے سجائے سپنے دمک رہا ہے دمکتا سہرا
کہو ستاروں سے آئیں اس دم عروسِ نو کی نظر اتاریں
لڑی لڑی میں ہیں نوری کرنیں چمک رہا ہے چمکتا سہرا

علاوہ ازیں شہزادۂ حضور نظمی مارہروی؛ سید سبطین حیدر برکاتی اور سید صفی حیدر برکاتی کے سہروں کے چند اشعار بھی ملاحظہ کریں اور نظمی کے حسنِ تخیل کی داد دیں۔

بنا ہے سبطین آج دولہا سجائے سہرا نجابتوں کا
ہر ایک گل میں ہے نوری نکت ہے رنگ حسینی سیادتوں کا
نزاکتیں اس میں نانہالی ، نفاستیں اس میں دادہالی
سراپا گنگ و جمن کا سنگم ، مجسمہ دوہری نسبتوں کا

رخِ صفی پہ یہ سہرا سجا سبحان اللہ
ہر ایک پھول خوشی سے کھلا سبحان اللہ
حسینی اور حسنی خون کا یہ سنگم
ور اس میں رنگِ مدینہ گھلا سبحان اللہ

حاصلِ کلام یہ کہ سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی کی تہہ در تہہ اور متنوع صفات و خصوصیات کی حامل سب رنگ شخصیت اور آپ کی وسیع تر جملہ فنی محاسن سے آراستہ و مزین تقدیسی شعری کائنات کا کماحقہٗ تعارف اور تبصرہ و تجزیہ پیش کرنا آسان کام نہیں۔ نظمی مارہروی کے شعری اثاثے کو پڑھنے کے بعد ہر صاحبِ نقد و نظر ہمارے اس دعوے کی توثیق کرے گا کہ "نظمی مارہروی بلاشبہ عصرِ رواں کے سب سے عظیم ترین نعت گو بل کہ حسّان العصر کہہ جانے کے بجا طور پر مستحق ہیں۔" بعض ناقدین کے نزدیک اکیسویں صدی نعت گوئی کی صدی ہے اور واقعہ بھی یہی ہے، تو اس صدی کے ممتاز نعت نگاروں میں نظمی مارہروی کا بھی تذکرۂ خیر ہونا چاہیے۔ اب جب کہ نعتیہ ادب کو کافی فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ نعت اور فنِ نعت سے متعلق دنیا کے کئی خطوں سے نمایندہ رسائل و جرائد اشاعت پذیر ہو رہے ہیں تو ضروری ہو جاتا ہے کہ نظمی مارہروی کے فکر و فن اور آپ کی امتیازی اوصاف کی حامل نعتیہ شاعری پر خصوصی گوشے شائع کیے جائیں۔ یونی ورسٹیوں اور جامعات میں آپ کے فنِ نعت گوئی کا محاکمہ کرتے ہوئے تحقیقی مقالات قلم بند کیے جائیں؛ تاکہ نظمی مارہروی کے پاکیزہ نعتیہ رجحانات، خیالات اور افکار میں جو انفرادیت، تنوع اور ہمہ جہتی و ہمہ گیریت ہے اُن سے دنیائے ادب واقف ہو کر مکمل طور پر مستفیض ہو سکے۔

حوالہ جات

۱۔ سید آل حسنین میاں نظمی مارہروی: بعد از خدا۔۔۔، ص ۳۰
۲۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی: ماثر الکرام دفتر ثانی، ص ۲۴۹
۳۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود حسین خان: مقدمۂ تاریخ اردو زبان، ص ۱۶۹
۴۔ نظمی مارہروی: بعد از خدا۔۔۔، ص ۴۰
۵۔ نظمی مارہروی: بعد از خدا۔۔۔، ص ۴۱/۴۰
۶۔ نظمی مارہروی: بعد از خدا۔۔۔، ص ۱۹
۷۔ نظمی مارہروی: بعد از خدا۔۔۔، ص ۱۸
۸۔ نظمی مارہروی: بعد از خدا۔۔۔، ص ۲۸

شہیدِ محراب و منبر حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی

علامہ عامر اخلاق صدیقی (جامعہ اُم درمان اسلامیہ، فرع دمشق، شام)

قارئین کرام!

اس سے پہلے مذکورہ شخصیت کا ذکر کیا جائے مناسب سمجھا اس روایت کو پیش کروں جو ترمذی شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور امام جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہورِ آفاق تصنیف "شرح الصدور" میں نقل فرمائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے موت سے پہلے عملِ خیر کی توفیق دیتا ہے۔" جس عظیم شخصیت کا ذکر کیا جارہا ہے ان کی زندگی اور موت بالکل اسی حدیثِ پاک کی مصداق ہے اور یہاں مختصراً آپ کی سوانح عمری سے چند اہم باتیں ذکر کی جارہی ہیں ورنہ آپ کی شخصیت ایسی کہ جس پر ڈاکٹریٹ کے مقالے لکھے جاسکتے ہیں اور علمی مکتبوں کو بھرا جاسکتا ہے۔

حضرت علامہ مولانا استاذ الحدیث ولفقہ، استاذ العقیدۃ والاصول پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت شام، عراق اور تُرکی کی سرحدوں سے متصل ایک گاؤں "جیلکا" جو کہ دریائے "دجلہ" کے ساتھ ہے وہاں ۱۹۲۹ء/ ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔

آپ کے والد کا نام حضرت علامہ ملا رمضان البوطی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو کہ ایک علمی، عملی اور روحانی شخصیت تھے۔ آپ کے والد نے ترکی سے اس وقت ہجرت کی جب اسلام دشمن اتاترک نے معاملاتِ اسلامیہ پر حملے کیے۔ آپ کے والد ترکی کی سرحد سے ملکِ شام آگئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم دمشق کے سب سے قدیمی پرائمری اسکول "ساروجہ" سے حاصل کی اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنے والدِ محترم سے عقیدہِ اسلامیہ، سیرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور کتاب "ذخیرۃ اللبیب فی سیرۃ الاحبیب" اور عربی گرامر نحو، صرف کی مشہور "الفیہ ابن مالک" جس کے ۱۰۰۲ شعر آپ نے ایک سال سے کم وقت میں حفظ کر لیے شرح کے ساتھ۔ آپ کے بچپن سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سریع الحفظ کی قوت عطاء فرمائی اور انہی دنوں میں علمِ فقہہ میں "نظم الغایۃ والتقریب" کے ۱۲۰۰ شعر شرح کے ساتھ حفظ کیے۔ آپ جب تیرہ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ اس دنیا سے رخصت ہوئیں تو آپ کے والد نے ترکی کے ایک علمی گھرانے میں ایک فاضلہ سے دوسری شادی کی اس طرح آپ کو تُرکی، کُردی اور عربی زبان میں بہت زیادہ مہارت حاصل ہوئی ابتدائی تعلیم کے بعد آپ حاضر ہوئے ملکِ شام کی عظیم شخصیت مجاہدِ اسلام فاتح فرانس حضرت علامہ شیخ حسن حبنکہ المیدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جامعہ منجک کے مدرسے "التوجیہ الاسلامی" میں داخلہ لیا اور تحصیل علم کے معاملات خوب اسلوبی کے ساتھ انجام دیئے۔ شیخ حسن حبنکہ المیدانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے قوتِ حفظ اور علمی صلاحیتوں سے بہت زیادہ مسرور ہوتے۔ آپ نے اس مدرسے کو اپنا مسکن ہی بنالیا ہفتے میں ایک دن منگل کو اپنے والد شیخ ملا بوطی کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے اور اس ملاقات میں بھی وقت کو ضائع ہونے سے بچاتے ہوئے اپنے والدِ گرامی سے علم نحو، بلاغت، منطق اور اصول کی مشہور کتاب "جمع الجوامع" پڑھا کرتے ۱۷ سال کی عمر میں منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زینت بنے اور اپنے علمی وروحانی خطبات سے سامعین کے قلوب واذہان کو اپنی فصاحت وبلاغت سے مسحور کیا۔ آپ قرآن پاک کے حافظ نہ بنے جب پوچھا گیا تو فرمایا: کہ اگر حفظ کر کے بھول جائے تو سخت وعید ہے میں ڈرتا ہوں لیکن قرآن مجید کی تلاوت اس قدر آپ نے کی کے ہر تین دن یا اس سے کم وقت میں آپ قرآن مجید مکمل پڑھ لیتے اور آپ نے فرمایا کے قرآن مجید حفظ تو نہ کیا لیکن اللہ کے فضل سے جو آیت کہی جائے بآسانی تلاوت کر سکتا ہوں اور آیت کا نمبر شمار اور سورت وسپارہ بھی بتا سکتا ہوں۔ ۱۸ سال کی عمر میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ آپ کی اولادوں میں ۶ بیٹے اور ایک بیٹی ہیں پورا گھرانہ آپ کا علم وفضل میں ملکِ شام میں معروف ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جامع منجک کے مدرسے توجیہ اسلامی سے ۶ سالہ علماء کورس سے فراغت حاصل کی اور اس وقت یہ مدرسہ شام کا مرکزی اور نظامی مدرسہ تھا۔ ۱۹۵۴ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے مصر کا سفر کیا اور عالمی شہرت یافتہ یونیورسٹی جامع ازھر سے انٹر، بی اے، ایم اے اور فقہ واصول فقہ میں

ممتاز مع الشرف کے ساتھ ڈاکٹریٹ کیا اور آپ کا پی ایچ ڈی کا رسالہ "ضوابط المصلحۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ" تمام بلادِ عرب میں شہرۂ آفاق کو پہنچا۔ آپ کی طبیعت میں بہت سادگی تھی اس عبدِ فقیر نے متعدد مرتبہ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور سادگی کی انتہا یہ کہ ایک مرتبہ عالمی اسلامی کانفرنس میں جہاں آپ مہمانِ خصوصی تھے آپ نے جو لباس زیبِ تن کر رکھا تھا اس کا ایک بٹن ٹوٹا ہوا تھا۔ پوری زندگی راہِ اللہ میں گذار دی اور اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کے لیے دنیاوی مال و مطاع جمع نہ کیا یہاں تک کے آپ کے پاس اپنی ذاتی کوئی سواری نہ تھی پیدل چلنے کو پسند فرماتے تھے۔ لوگ سڑک پر اپنی گاڑیاں روک کر حضرت سے درخواست کرتے کے آپ ان کی گاڑی میں سوار ہو جائیں پر حضرت منع فرماتے لوگ ان کے ادب و احترام میں صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے اور دست بوسی کے لیے آگے بڑھتے پر آپ تواضعاً سختی سے منع فرماتے۔ گفتگو بہت نرم لہجے میں نظریں نیچے کیے ہوتی تھیں لیکن حق بات آپ کی تیر و تلوار سے زیادہ تیز ہوتی تھیں۔

۱۹۶۵ء میں جامع دمشق میں منصب تدریس پر فائز ہوئے۔ ۱۹۷۷ء میں کلیہ شریعہ کے پرنسپل اور اس کے بعد قسمِ عقائد و ادیان کے رئیس جامع دمشق میں مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۱ء تک آپ صرف درس و تدریس جامعات میں طلبہ و طالبات کو عطاء فرماتے رہے اور اسی اثناء میں صرف دو درس آپ کے ہوتے پہلا مسجد سنجقدار میں ہوتا جہاں طلباء کی کثرت اور جگہ کی قلت کی وجہ سے مسجد تنکز پھر مسجد ایمان میں منتقل ہوا اور آپ کی شہادت تک جاری رہا۔ دوسرا درس آپ کے والد کی قائم کردہ مسجد ملا رمضان البوطی اور دمشق کی تقریباً ۱۳۰۰ سال قدیمی جامع مسجد بنی امیہ الکبیر میں ہوتا تھا۔ جس میں آپ تصوف کی شہرۂ آفاق کتاب "الحکم العطایئہ" کا درس دیتے اور شرکاءِ درس میں عوام الناس کے ساتھ ساتھ اکابر علماء اکرام کاغذ قلم لے کر بیٹھا کرتے تھے۔

۱۹۸۵ء میں شام کے صدر حافظ الاسد نے آپ کی کچھ کتابوں کا مطالعہ کیا اور فوری طور پر آپ سے ملاقات اور کچھ حصولِ علم کے لیے رابطہ کیا آپ نے فرمایا میں کچھ شروط پر آپ کو پڑھا سکوں گا:

(۱) شامی نوجوانوں کے لیے دو سالہ لازمی آرمی ٹریننگ کیمپوں میں نماز پڑھنے کی عام اجازت دی جائے۔

(۲) فحش ٹی وی ڈراموں پر فوری طور پر پابندی عائد کی جائے۔

(۳) ملازمت کرنے والی خواتین کے لیے پردے کی عام اجازت دی جائے سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں۔

(۴) اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی طالبات کے لیے پردے کا معقول انتظام اور پردہ دار طالبات کو پردے کے ساتھ آنے کی اجازتِ عام دی جائے۔

اس عبدِ فقیر نے ۲۰۰۶ء میں اس وقت جب شام کے دارالخلافہ دمشق میں ماہِ رمضان کی ۲۷ تاریخ کو ایک دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوا جس میں بہت سے اسکول کے طلباء اور عام شہری جاں بحق ہوئے شامی حکومت نے یہ اعلان کیا کے اس دہشت گردی کی سازش میں مذہبی لبادہ اوڑھے کچھ لوگ ہیں لہٰذا تمام غیر سرکاری اسلامی ادارے فوراً بند کر دیے جائیں اور بیرونِ ممالک سے آئے طلباء کو واپس لوٹا دیا جائے اس وقت کسی میں جرأت نہ تھی کہ وہ حکومت کے اس ظالمانہ فیصلے کے خلاف آواز بلند کرتا لیکن ایک فردِ واحد کی آواز منبرِ رسول ﷺ سے اٹھی اور انہوں نے مخاطب کیا شام کے رئیس بشار الاسد کو اور فرمایا اپنے جمعۃ المبارک کے خطبے میں: "صدر صاحب آج آپ کے ملک میں اگر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں تو انہی طلباء کے وجود سے اگر آپ نے انہیں نکال دیا اور دینی اداروں کو بند کر دیا تو اللہ کا قہر و غضب آپ پر اور آپ کے ملک پر نازل ہو گا" آپ کے اس فرمان کے فوراً بعد شامی حکومت نے اپنے اس ظالمانہ فیصلے کو واپس لے لیا۔

آپ نے سینکڑوں کانفرنس اور اجتماعاتِ اسلامیہ میں فکرِ اسلامی کو اجاگر کیا خصوصاً جزائر میں ایک زمانے تک آپ کانفرنس کے مہمانِ خصوصی بنے۔ ۱۹۹۱ء میں اتحادِ یورپین پارلیمنٹ میں آپ کا خطاب "اقلیتی مذاہب کے حقوق" پر ہوا ارکانِ پارلیمنٹ آپ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئے۔

آپ عالمی اسلامی بینک کاری کے رکن، نورِ اسلام فاؤنڈیشن فرانس کے رکن، ہائیر ایجوکیشن کمیشن آکسفورڈ کے رکن، اسلامی ثقافت عمان کے رکن رہے۔ سینکڑوں انعامات اور ایوارڈز آپ کو حاصل ہوئے ان میں سرِ فہرست حکومتِ امارات کی طرف سے ۲۰۰۴ء میں آپ کو ۲۰۰۴ء کی عالمی شخصیت کے ایوارڈ سے نوازا گیا۔ دنیائے عرب و غرب کے بہت سے چینلز آپ کے خطبات نشر کرتے ہیں۔ خصوصاً ابو ظہبی کے چینل سے آپ کا ایک پروگرام دنیا بھر میں مشہور ہوا جس کا نام "ایک گھنٹہ بوطی کے ساتھ"۔

آپ کی تصانیف مختلف علمی ، فقہی ، ثقافتی، تصوف، عقائد و فلسفہ و دیگر بہت سے موضوعات پر ساٹھ سے تجاوز کر جاتی ہیں جن میں چند اہم کتابوں کا ذکر کیا جارہا ہے:

(۱)۔ الإنسان مسیر أم مخیر
(۲)۔ ھذہ مشکلاتنا
(۳)۔ وھذہ مشکلاتھم
(۴)۔ ھذا والدی
(۵)۔ محاضرات فی الفقہ المقارن
(۶)۔ الإسلام ملاذ کلّ المجتمعات الإنسانیّة
(۷)۔ الحب فی القرآن ودور الحب فی حیاۃ الإنسان
(۸)۔ من الفکر والقلب
(۹)۔ یغالطونك إذ یقولون
(۱۰)۔ منھج الحضارۃ الإنسانیۃ فی القرآن
(۱۱)۔ اللامذھبیۃ أخطر بدعۃ تھدد الشریعۃ الإسلامیۃ
(۱۲)۔ السلفیۃ مرحلۃ زمنیۃ مبارکۃ ولیست مذھب إسلامی
(۱۳)۔ شخصیات استوقفتنی
(۱۴)۔ المرأۃ بین طغیان النظام الغربیّ ولطائف التشریع الربانیّ
(۱۵)۔ لا یأتیہ الباطل
(۱۶)۔ عائشۃ أم المؤمنین رضی اللہ عنھا
(۱۷)۔ منھج الحضارۃ الإنسانیۃ فی الإسلام
(۱۸)۔ نقض أوھام المادیۃ الجدلیۃ
(۱۹)۔ تجربۃ التربیۃ الإسلامیۃ فی میزان البحث
(۲۰)۔ أبحاث فی القمۃ (عشر کتیبات)
(۲۱)۔ قضایا فقھیۃ معاصرۃ
(۲۲)۔ تحدید النسل
(۲۳)۔ قضایا ساخنۃ
(۲۴)۔ المذاھب التوحیدیۃ والفلسفات المعاصرۃ
(۲۵)۔ التعرف علی الذات
(۲۶)۔ الإسلام والغرب
(۲۷)۔ شرح وتحلیل الحکم العطائیۃ (لابن عطاء اللہ السکندری) چار جلدیں
(۲۸)۔ فقہ السیرۃ النبویۃ
(۲۹)۔ کبری الیقینیات الکونیۃ

آپ کی ان تصانیف میں نظامِ زندگی مرد و عورت و معاشرے کے لیے اہم اسباق ہیں۔ فضائل و مناقب بیان کرنے میں بھی آپ نے ایک مثال قائم کی اور باطل عقائد و نظریات خواہ وہ غیر مسلم ہوں یا مسلمان کہلانے والے دشمنانِ اسلام ہوں ان کے باطل و مذموم عظائم کے رد میں جب آپ نے قلم اُٹھایا اور قرآن و سنّت و اسلامی فلسفے کے دلائل جو آپ نے قائم کیے آج تک وہ باطل طبقے آپ کے قائم کردہ دلائل و براہین کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔

علمِ عقیدہ، فلسفہ، فقہ، اصول اور مذاہبِ باطلہ کا رد جس شاندار انداز میں آپ نے کیا آج تک وہ مذاہب آپ کی قائم کردہ دلائل کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ آپ کی عربی کتب سے لوگوں نے فائدہ اٹھانے کے لیے اسے اپنی زبانوں میں ترجمہ کیا اور اب تک آپ کی کُتب انگیزی، فرانسی، جرمنی، ترکی، روسی، ملاوی، اردو و دیگر بہت سی عالمی زبانوں میں ترجمے کے مراحل سے گزر چکی ہیں۔

عبدِ فقیر ایک مرتبہ اپنے پیر و مرشد حضور تاج الشریعہ مفتی الاعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خان دامت برکاتہٗ العالیہ کی معیت میں صاحبِ ذکر علامہ بوطی کی ارام گاہ پر پہنچا اور دو گھنٹے کی نشست میں بہت سے علمی ادبی نکات پر گفتگو ہوئی اور قبلہ بوطی صاحب نے اس عبدِ فقیر کو سرزنش کی کے آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا کہ حضور مفتی محمد اختر رضا خان اس وقت ملکِ شام دمشق میں موجود ہیں اگر مجھے علم ہوتا تو میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ دونوں بزرگوں میں عاجزی و تواضع کے یہ کلمات ایسے تھے کے آج یاد کروں تو آنکھیں بھر آتیں ہیں۔

گفتگوں کا آغاز میں نے ایک ترمذی شریف کی حدیث سے کیا کے انسان کا خاتمہ اس کی پوری زندگی کی عکاسی کرجاتا ہے۔ ۲۱ مارچ ۲۰۱۳ء کا وہ دن کہ جب اُمتِ اسلامیہ پر وہ بجلی گری کہ جس کی تباہی رہتی دنیا تک ہمیں تڑپاتی رہے گی۔ علامہ محمد سعید رمضان البوطی کا وہ درسِ تفسیر و تصوف جو ۱۹۸۱ء سے جاری تھا آج اسی درس کی محفل کے لیے حضرت نمازِ مغرب میں تشریف لائے نماز کی امامت فرمائی اور بعد نماز آپ اپنی مسند پر جلوہ گر ہوئے اور درس کا آغاز فرمایا ہی تھا کہ ایک ازلی بدبخت نے اللہ کے گھر میں آپ کے قریب آکر خود کش دھماکے سے اپنے آپ کو اڑالیا اور اس دھماکے کے ساتھ آپ اور مسجد میں

موجود علماء و عوام کی ایک کثیر تعداد تقریباً ۴۲ افراد نے جامِ شہادت نوش کیا۔ یہ وہ عظیم موت ہے کہ جس کی تمناء ہمیشہ اللہ والوں کے سینوں میں رہی سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت جمعہ کے دن قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے ہوئی اور آپ کے خون نے قرآنِ پاک کی اس آیت "فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝" [ترجمہ: تو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ہے سنتا جانتا] یعنی (اے عثمان جو آپ پر گزر رہی ہے صبر کریں اللہ تعالیٰ کافی ہے آپ کے لیے) اس آیت کو شہادتِ عظمیٰ کا گواہ بنایا اسی سے ملتی جلتی شہادت علامہ بوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ آپ کی شہادت شبِ جمعہ برکتوں والی رات تھی اور شہادت کے بعد جب آپ کا جسدِ خاکی ڈھونڈا گیا تو وہ ربِ العزت کے مقدس کلام سے لپٹا ہوا تھا اور آپ کے لہو کی سرخی قرآن مقدس کی ان آیتوں سے:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ

ترجمہ: "تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا"

قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

ترجمہ: "بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف حواریوں نے کہا۔ ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں"

جاملی تھیں ان آیتوں نے آپ کی زندگی کا پورا پسِ منظر واضح طور پر بیان کر دیا کہ جس کی زندگی کا آغاز محراب و منبر سے ہوا اور وہ دینِ متین کا سچا سپاہی بنا اپنی زندگی اور اپنی موت سے ثابت کر دیا کہ وہ حقیقت میں اللہ کے دین کا مددگار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباعِ سنت کا پیکر اور قرآن سنّت کی تعلیمات کو عالم میں پھیلانے والا سچا عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور وہ مقدس قرآنِ مجید دمشق کی جامع مسجد الایمان میں موجود ہے آپ کی شہادت پر صرف امتِ اسلامیہ اور بلادِ اسلام ہی نہ روئے بلکہ آج آسمان و زمین پر بسنے والی خلقِ خدا ساری ہی اشک بار نظر آرہی تھیں۔ آپ کی تدفین کی گئی مسلمانوں کے عظیم جرنیل فاتح فلسطین سلطان صلاح الدین ایوبی کے جوار میں اور یہ دنیا کے قدیم ترین شہر دمشق کا وہ قدیم حصّہ ہے کہ جس کہ داخلی دروازے پر جلیل القدر صحابی سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ اور دوسرے دروازے پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی چھوٹی شہزادی بی بی سیدہ رقیہ اور جامعہ مسجد بنی اُمیہ سے متصل ہے اور آپ کی قبر کے اطراف میں اہلِ بیتِ اطہار، صحابہ اکرام اور سلاطینِ عظام کے مزاروں کی ایک کثیر تعداد ہے۔ آپ کی مسند اس وقت آپ کے شہزادے ڈاکٹر محمد توفیق بوطی نے سنبھالی لیکن لوگوں کے دلوں میں جو گھر ادب و احترام کا محبت کا اخلاص کا آپ کے لیے ہے وہ گھر خالی ہے اور لگتا نہیں کہ رہتی دنیا میں کوئی دوسرا آپ جیسا پھر آئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عظمتوں کو بلند فرمائے آپ کے علوم سے آنے والی نسلوں کو متمتع فرمائے! آمین۔

اہلِ سنت والجماعت کے مخلص مذہبی و سیاسی قائد انتقال فرما گئے

صاحبزادہ حاجی فضل کریم کے جنازے میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی نمازِ جنازہ کی امامت شیخ الحدث مولانا محمد شریف رضوی نے کی۔ آہوں اور سسکیوں میں مرکزی سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد میں تدفین عمل میں آئی۔ شرکائے جنازہ میں صاحبزادہ فضل رسول حیدر رضوی، پیر سید مظہر سعید کاظمی، ابوداؤد محمد صادق رضوی، مفتی منیب الرحمان، چودھری شجاعت حسین، چودھری اعجاز قادری، افضل حسین نقشبندی، اویس نورانی، پیر اعجاز ہاشمی، قاری زوار بہادر، پیر افضل قادری گجرات، راجہ ریاض، راجہ نادر پرویز، حافظ بلال رضا عطاری ہر آنکھ اشک بار، درود و سلام کا ورد زبان پر نعرہ تکبیر و رسالت سے فضاء گونجتی رہی صاحبزادگان مولانا حسن رضا، حامد رضا، حسین رضا، محسن رضا نے سپرد لحد کیا۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے اراکین افسردہ ہیں۔ صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، پروفیسر دلاور خاں، حاجی عبد اللطیف قادری، سید ریاست رسول قادری، حاجی رفیق برکاتی، عبید الرحمٰن، مولانا عامر اخلاق، جان نشین حضرت مسعودِ ملت مولانا محمد مسرور احمد و دیگر اراکینِ ادارہ حضرت کے لواحقین سے دل کی گہرائیوں سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ ربِ ذوالجلال اہلِ سنّت والجماعت کو آپ کا بہترین نعم البدل اور آپ جیسا مخلص مذہبی عالم و سیاسی قائد عطا فرمائے۔

حضرت مسعودِ ملّت بنام میاں محمد صادق قصوری

ترتیب: **محمد عبد الستار طاہر مسعودی** (لاہور، پاکستان)

برادرم میاں محمد صادق قصوری صاحب ایک کہنہ مشق قلم کار ہیں۔ قصور شہر کے مضافات میں واقع سرحدی گاؤں برج کلاں میں رونق افروز ہیں۔ آپ کی تاریخی و تحقیقی متعدد کتب شائع ہو کر شائقین سے داد و تحسین پا چکی ہیں۔ جے یو پی کے سیکرٹری جنرل حضرت مولانا عبد الستار خاں نیازی سے شرف مجاز رکھتے ہیں ان کے حوالے سے کئی کتب مرتب فرما کر شائع کی ہیں۔

حضرت مسعودِ ملّت سے ان کی دیرینہ مراسلت ہے۔ یہ سلسلہ حضرت مسعودِ ملّت کے رحلت فرمانے تک برقرار رہا۔ احقر نے کئی بار ان کی خدمت میں مکاتیبِ مسعودی کے لیے استدعا کی۔ کچھ ان کی علالت اور کچھ دیگر مصروفیات اس راہ میں مانع رہیں؛ لیکن یہ کہ آپ احقر کی ترغیب و تحریک کے باعث خطوط اکٹھے کرتے رہے۔ امسال ماہ ستمبر (۲۰۱۲ء) میں پھر قسمت آزمائی کی۔ آپ جس قدر مکاتیب اکٹھے کر سکے، ان کے بارے میں مطلع کیا۔ پھر کرم نوازی سے وہ مکاتیب مرحمت فرما دیے۔ اس وقت میرے پیشِ نظر ان کے نام محررہ ۱۶۴/ مکاتیب ہیں۔ ان میں سے پہلا خط ۲۵ اپریل ۱۹۷۳ء کا تحریر کردہ ہے۔ ان میں سے جن مکاتیب میں امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے، وہ مکاتیب من و عن پیشِ خدمت ہیں:

(۱)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

۲۵/ اپریل ۱۹۷۳ء

برادرِ محترم!

سلامِ مسنون! نوازش نامہ باعث صد مسرت ہوا۔ کرم فرمائی اور یاد آوری کا تہہِ دل سے ممنون ہوں۔ آپ نے مقالہ "فاضل بریلوی اور ترکِ موالات" پسند فرمایا۔ قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعاؤں کا متمنّی ہوں۔ حضرت مجددِ الفِ ثانی علیہ الرحمہ پر تحقیقی مقالہ مکمل ہو گیا ہے۔ چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ نظرِ ثانی کے بعد اشاعت و طباعت کے لیے دے دیا جائے گا۔

حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر اجتماعی طور پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس احقر سے جو کچھ ہو سکتا ہے، کر رہا ہے۔ الحمد للہ کہ جو کچھ کیا اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ حال ہی میں احقر کا ایک اور مقالہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی جلد نمبر ۱۰ کے کراسہ نمبر ۵ میں شائع ہو گیا ہے۔ اس میں مختصر طور پر حضرت فاضل بریلوی کے حالات اور کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس طرح آپ کی ذات سے دنیا کے اہلِ علم متعارف ہو جائیں گے۔ ورنہ اب تک سب بے خبر تھے۔

حال ہی میں لائڈن (ہالینڈ) سے ایک انگریز پروفیسر کا خط ملا ہے۔ یہ لیڈن یونیورسٹی میں اسلامیات کے پروفیسر ہیں لیکن حضرت فاضل بریلوی کے نام تک سے واقف نہیں۔ احقر نے اس کو اس طرف متوجہ کیا ہے۔ شاید وہ کچھ لکھے۔ بہر حال اپنی سی کوشش کر رہا ہوں۔ دعا کی ضرورت ہے۔

عرصہ ہوا آپ کا مقالہ پڑھا تھا اور پسند آیا تھا۔ جو مقالہ شائع ہو اس کی ایک کاپی ارسال کر دیا کریں۔ احباب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲)

۷۸۶

فرحت منزل۔ این۔۴۴/۲، پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی نمبر ۲۹

۲۹/ اگست ۱۹۷۳ء

مکرمی زید مجدکم!

سلام مسنون! نوازش نامہ ٹنڈو محمد خاں سے ہوتا ہوا یہاں پہنچا۔ احقر تعطیلات کی وجہ سے کراچی میں مقیم ہے۔ ۷/ اکتوبر کو واپسی ہو گی۔ "سیرتِ مجددِ الفِ ثانی" پر بعض فضلا نظرِ ثانی فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد طباعت کے لیے دے دی جائے گی۔ اس کتاب میں احقر نے جہاں تک ممکن تھا مستند حالات جمع کر دیے ہیں اور یورپ

میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر جو کچھ لکھا ہے، اِجمالاً اس کا ذکر کر دیا ہے۔ اقبال علیہ الرحمہ پر حضرت مجدد کے اثرات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جو دوسری سوانح میں نہیں۔ اپنی سی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور نجاتِ اخروی کا وسیلہ بنائے۔ آمین! یہ معلوم ہو کہ مسرت ہوئی کہ محترم پروفیسر طاہر فاروقی صاحب نے اپنی تالیف[لے] مکمل کر لی ہے۔ فی الحقیقت قابلِ مطالعہ ہو گی۔ خدا کرے کہ جلد منظرِ عام پر آئے۔

اس احقر نے حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی سیرتِ مبارکہ کے لیے مواد جمع کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب تک ایک سو سے زیادہ کتب و رسائل جمع کر لیے ہیں۔ ان شاء اللہ مواد کی فراہمی کے بعد تدوین و ترتیب شروع کروں گا۔ اس کام میں ایک دو سال لگ جائیں گے۔ علمائے اہلِ سنّت کے خوابِ غفلت نے احقر کو بیدار کیا ہے۔ دعا فرماتے رہیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۳)

۷۸۶

فرحت منزل۔ این۔ ۴۴/ ۲، پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی نمبر ۲۹
۲۰ ر ستمبر ۱۹۷۳ء

برادرِ محترم زید مجدکم!

سلام مسنون! نوازش نامہ محررہ یکم ستمبر موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا۔ ''مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری'' کے مرسلہ نسخے مل گئے۔ البتہ رسالہ ''انوار الصوفیہ'' اب تک نہیں ملا۔

اعلیٰ حضرت کی سوانح عمری پر آپ کی دلی مسرت موجب فرحت و استقامت ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ مجاہدِ آزادی مولانا فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک محققانہ کتاب کی ضرورت ہے۔ آپ کوشش فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

علمائے اہلِ سنّت کی خاموشی اور بے حسی کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ اکثر حضرات دنیا کمانے میں مصروف ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم اور جوشِ ایمانی عطا فرمائے۔ آمین!

لاہور تشریف لے جائیں تو حکیم صاحب قبلہ کو سلام کہدیں۔

سوانح اعلیٰ حضرت کے سلسلے میں اگر کوئی نئی چیز سامنے آئے تو ضرور مطلع فرمائیں۔ احباب کو سلام کہدیں۔ ۲۶ ر اکتوبر کو ان شاء اللہ ٹنڈو محمد خاں روانہ ہو جاؤں گا۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۴)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں
۱۹ ر اکتوبر، ۱۹۷۳ء

مکرمی زید مجدکم!

سلام مسنون! نوازش نامہ موصول ہو کر کاشفِ حالات ہوا۔ کرم فرمائی کا بہت بہت شکریہ! جو حوالہ آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ میرے علم میں نہ تھا، شکریہ! اسی قسم کا اگر کوئی اور اہم حوالہ مل جائے تو ضرور تحریر فرمائیں۔

''سیرتِ مجددِ الفِ ثانی'' پبلشر کو دے دی گئی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ سال شائع ہو جائے گی۔ پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کی تدوین کے لیے تقریباً ایک صد کتب و رسائل جمع کیے ہیں۔ اب مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ پھر اس کے نوٹس لوں گا اور آخر میں تدوین کا کام شروع ہو گا۔ اس میں کم از کم ایک سال لگ جائے گا۔ آپ دعا کرتے رہیں۔

اس سال لاہور آنے کا مصمم ارادہ تھا، لیکن سیلاب کی وجہ سے مجبور ہو گیا۔ ان شاء اللہ آئندہ فرصت ملی اور زندگی رہی تو حاضر ہوں گا۔ احباب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۵)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خان (سندھ)
۲۲ ر اکتوبر ۱۹۷۳ء

برادرِ محترم زید مجدکم!

سلام مسنون! نوازش نامہ نظر نواز ہوا۔ یہ معلوم ہو کر اطمینان

ہوا کہ کتاب آپ کو مل گئی۔ آپ کی طلب سے تو احقر کو خوشی ہوئی، اس میں ناخوشگواری کا شائبہ تک نہیں۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ مولانا مودودی سے سوالات کے جوابات حاصل کر لیے۔ ان جوابات میں سوال نمبر ۵ کا جواب کام کا ہے۔ اغیار کا الزام ہی ہے کہ فاضل بریلوی انگریزوں کے طرف دار تھے۔ حالانکہ اغیار خود انگریزوں کے طرف دار رہے لیکن انھوں نے کمال چالاکی سے ان تاریخی حقائق کو چھپا دیا، لیکن حقائق چھپے نہیں رہتے، اب منظرِ عام پر آرہے ہیں۔

احمدیوں کے جس کتابچے کا حوالہ دیا ہے وہ ضرور منگائیں۔ دیکھیں اس میں کیا لکھا ہے؟۔۔۔ اس وقت کوئی سوال ذہن میں نہیں، اگر کوئی سوال ذہن میں آیا تو تحریر کر دیا جائے گا۔

پروفیسر طاہر فاروقی صاحب جو حضرت پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ کی سوانح لکھ رہے تھے، کیا وہ مکمل ہو گئی؟ کیا قیمت ہے اور کہاں سے دستیاب ہے؟۔۔۔ مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ احباب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۶)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں
۲/ نومبر ۱۹۷۳ء
برادرِ مکرم زید مجدکم!

سلام مسنون! نوازش نامہ محررہ(؟)موصول ہوا۔ نوازش و کرم کا ممنون ہوں۔ آپ نے بہت مفید اقتباسات تحریر فرمائے۔ اس کے لیے تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ جہاں کہیں کوئی کام کی چیز نظر آئے مفصل حوالے کے ساتھ نوٹ فرمالیں۔ حوالے میں سندِ طباعت یا تالیف اور مقام طباعت کا ہونا ضروری ہے۔

حسبِ فرمائش ''فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں'' ارسال کر رہا ہوں۔ دو تین روز ہوئے کہ لاہور سے چند نسخے آئے تھے۔ مطالعہ فرمائیں اور جہاں کہیں غلطی نظر آئے مطلع فرمائیں۔ ویسے ''صحت نامہ'' چھپ رہا ہے۔ عنقریب کتاب کے ساتھ چسپاں کر دیا جائے گا۔ زیادہ کیا عرض کروں، احباب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۷)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں
۱۲/ دسمبر ۱۹۷۳ء
برادرِ محترم!

سلام مسنون! امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ نوازش نامہ موصول ہوا۔ حوالہ عنایت فرمایا، بہت بہت شکریہ! مخالفین نے اول تو ذکر نہیں کیا اور کیا بھی ہے تو بڑی تنگ دلی کے ساتھ۔ ظاہر ہے ان سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے جب اپنے ہی خوابیدہ ہیں۔

فضل احمد لدھیانوی کی کتاب ''آفتابِ انوارِ صداقت'' اگر کہیں دستیاب ہو تو مطلع فرمائیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ احباب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۸)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں
۲۲/ جنوری ۱۹۷۴ء

برادرِ محترم! سلام مسنون! نوازش نامہ موصول ہوا۔ مجھے افسوس ہے کہ میری بات آپ کو ناگوار معلوم ہوئی۔ اپنی عادت سے مجبور ہوں، اس لیے لکھ دیا، برا نہ مانیں۔

''سیرتِ امیر ملّت'' کی تدوین باعثِ صد مسرت ہے۔ خدا کرے کے جلد منظرِ عام پر آئے۔ آمین! محترم فاروقی صاحب کو احقر کی تالیف ملی یا نہیں، دریافت فرمالیں۔

ملاقات کا اشتیاق اس احقر کو بھی ہے، لیکن عالمِ سوز و ساز میں فراق، وصال سے زیادہ گراں مایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ذوق و شوق میں ترقی عطا فرمائے۔

رونق ہستی ہے عشق خانہ ویراں ساز سے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں

یہ معلوم ہو کر اطمینان ہوا کہ احقر کی تحریر نے مخالفین کو چونکا دیا۔ کاش وہ حق کو قبول کریں۔ قبولِ حق ہی تحریر کا مقصد ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں، احباب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۹)

۷۸۶

ٹنڈو محمد خاں

۹/ مارچ، ۱۹۷۴ء

برادرِ محترم زید عنایتہ، سلام مسنون! نوازش نامہ نظر نواز ہوا۔ کرم فرمائی کا ممنون ہوں۔ جس تبصرے کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے، احقر نے پڑھا ہے۔ کسی مخالف کا معلوم ہوتا ہے۔ فنِ تدوین سے متعلق جن غلطیوں کی نشاندہی کی ہے وہ اس شخص کی نظر میں غلطیاں محسوس ہوتی ہیں جس کے سامنے مقاصدِ تالیف نہیں۔ تبصرے کا اندازِ بیاں طعن وطنز سے معمور ہے۔ الحمدللہ احقر کے دل پر اس کا ذرا اثر نہیں۔ مخالف سے اچھی توقعات وابستہ کرنا مناسب نہیں۔ خوشی اس بات کی ہے کہ کسی مخالف تبصرہ نگار نے حقائق وواقعات کی تردید نہیں کی۔ دل جلے ہیں اس لیے کسی نہ کسی طرح دل کی بھڑاس نکالتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے۔ آمین!

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلاف بعض رسائل شائع ہوئے تھے۔ کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسے صاحب ہیں جن سے یہ رسائل دستیاب ہو سکیں۔ احقر کے پاس ان رسائل کے نام محفوظ ہیں۔ لکھنے والوں کے نام معلوم نہیں۔۔۔ احباب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۰)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

۲۲/ مارچ، ۱۹۷۴ء

برادرِ محترم زید مجدکم!

سلام مسنون! نوازش نامہ نظر نواز ہوا۔ جن رسائل کی طرف احقر نے اپنے پچھلے خط میں اشارہ کیا تھا ان کی تفصیل یہ ہے۔ یہ نام "المہنّد علی المفنّد" (مطبوعہ، دہلی ۱۹۳۳ء، ص۷) کے دیباچے سے نقل کر رہا ہوں۔ مصنّفین ومؤلّفین کا پتا نہیں۔

۱۔ تشبیہ الایمان بالسنۃ والقرآن	۲۔ توضیح المراد
۳۔ اسکات المعتدی	۴۔ قاصمۃ الظہر
۵۔ الطین اللازب	۶۔ السہیل علی الجبیل
۷۔ سبیل السداد	۸۔ الختم علی لسان الخصم
۹۔ بریلوی کا نادان دوست	۱۰۔ تزکیۃ الخواطر
۱۱۔ السحاب المدرار	۱۲۔ توضیح البیان

آپ کی تالیف پر یہ احقر ضرور پیش لفظ لکھے گا۔ اس قابل نہیں لیکن اگر آپ کی خواہش ہے تو اس کی تکمیل کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!۔۔۔ ہفت روزہ "الہام" میں آپ کے مضامین شوق سے مطالعہ کرتا ہوں۔۔۔ احباب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۱)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

۲۴/ اپریل ۱۹۷۴ء

برادرم زید مجدکم!

سلام مسنون! آپ کے دونوں نوازش نامے مل گئے۔ بہت بہت شکریہ! یہ معلوم ہو کر اطمینان ہوا کہ مرسلہ اشیا آپ کو مل گئیں۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ پر احقر کی تالیفات جناب محمد احمد قریشی صاحب سے مستعار مل جائیں گی۔ حکیم صاحب قبلہ کو موصوف کا پتا معلوم ہے۔

حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے خلفا پر واقعی کام کرنے کی ضرورت ہے، ضرور کام کریں۔ پھر فارغ ہو کر اپنے مقالے کی طرف متوجہ ہوں جو اس سے زیادہ ضروری ہے۔

محترم پروفیسر محمد طاہر فاروقی صاحب سے عرض کریں کہ نہ آپ کو تبصرہ لکھنے کا شوق اور نہ احقر کو لکھوانے کا شوق، صرف شوق یہ ہے کہ آپ کے تبصرے سے علمی دنیا میں حضرت فاضل بریلوی کا

تعارف ہو جائے۔ اگر اس کارِ خیر میں شرکت مناسب سمجھیں تو ضرور تحریر فرمائیں ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔

زیادہ کیا عرض کروں احباب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۲)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں

۱۴/مئی، ۱۹۷۴ء

برادرم زید مجدکم!

سلام مسنون! نوازش نامہ موصول ہوا۔ یہ معلوم ہو کر اطمینان ہوا کہ پانچوں کتابیں آپ کو مل گئیں۔ اب آپ اچھی طرح لکھ سکیں گے۔ حواشی کو اسی طرح تحریر فرمائیں جیسے احقر نے مختلف کتابوں میں خصوصاً ''فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں'' میں تحریر کیے ہیں۔

آپ کی تحریر کیوں ناپسند ہونے لگی، ضرور لکھیں اور خوب لکھیں۔۔۔ مناسب یہ ہے کہ جس شخصیت پر مقالہ مکمل ہوتا جائے اس کو ''ضیائے حرم'' میں چھپوادیں۔ اس کے بعد کتابی صورت میں مرتب کرلیں۔ اس طرح بار بھی ہلکا ہو جائے گا اور شوق بڑھتا رہے گا۔۔۔ ''ضیائے حرم'' کا ''فاروقِ اعظم نمبر'' شائع ہوا یا نہیں؟

مولانا سیف الاسلام مدظلہٗ نے اپنی یاد داشت بھیج دی ہے۔ بعض باتیں قابل ذکر ہیں۔ جب آپ حالات مدوّن کریں تو مطلع کردیں، یاد داشت بھیج دی جائے گی۔۔۔ ''انوارِ آفتابِ صداقت'' آپ نے عنایت فرمادی ہے۔ اس اڈیشن کی ضرورت ہوئی تو منگوالیا جائے گا۔۔۔ احقر کو اپنا سنہ ولادت حتمی طور پر یاد نہیں۔ ۱۹۳۰ء یا ۱۹۲۹ء ہے۔۔۔ احباب کو سلام کہدیں۔

والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۳)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں

۲۷/جولائی، ۱۹۷۴ء

برادر مکرم زید عنایتکم!

سلام مسنون! دونوں عنایت نامے موصول ہوئے۔ بہت بہت شکریہ! ''تذکرہ شہ جماعت'' سے اسی حوالے کی ضرورت تھی، لیکن آپ نے صفحہ نمبر تحریر نہیں فرمایا۔ اگر کتاب ہو تو تحریر کردیں۔

''سیرتِ امیر ملّت'' کا انتظار رہے گا، خدا کرے جلد منصّۂ شہود پر آئے۔ آمین!

سید الطاف علی بریلوی سے ملاقات کا ارادہ تھا، لیکن ایک معتبر راوی سے معلوم ہوا کہ وہ دیوبندی ہیں اور ان کو اعلیٰ حضرت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس لئے یہ ارادہ کاہلی کی نذر ہو گیا۔ بہر حال ملاقات ضرور کروں گا، ان شاءاللہ تعالیٰ! تعطیلات اچانک ختم ہو گئیں اس لیے بجائے پنجاب جانے کے یہاں آنا پڑا۔ اب دیکھیے کب تعطیلات ہوتی ہیں!

''العلم'' میں آپ کا مضمون نظر سے گزرا بہت خوب ہے۔ اللّٰھم زد فزد!۔۔۔ ''الہام'' بھی مل گیا۔ یہ مضمون بھی پڑھا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء! آج میر پور خاص سے مولانا محمد اسحاق جان سرہندی مدظلہ تشریف لائے تھے۔ آپ کا مکتوب دکھایا۔ فرماتے تھے کہ حالات لکھ کر بھیجوں گا۔ مگر وہ بہت مصروف رہتے ہیں اس لیے احقر نے عرض کیا کہ یہ کام کسی دوسرے صاحب کے سپرد کردیں تاکہ جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ اچھا اجازت دیں۔ گھر میں سلام کہدیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۴)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں

۷/اگست، ۱۹۷۴ء

برادرِ مکرم!

سلام مسنون! آپ کے دونوں نوازش نامے موصول ہوئے، توجہ کا ممنون ہوں، تحقیقی مقالات کے لیے ''ذکرِ رضا''، ''یادِ رضا'' اور ''انوارِ رضا'' جیسے عنوانات مناسب نہیں۔ البتہ ''حیاتِ رضا'' یا ''سیرتِ رضا'' مناسب ہے۔۔۔ چند اور عنوانات ذہن میں آئے تھے جو حکیم صاحب کو بھیج دیے گئے ہیں۔ ممکن ہے وہ ثقیل معلوم ہوں۔ ثقیل چیزوں کے لیے ثقیل ہی نام

مناسب ہے۔ ہمارے مصنفین و مؤلفین محنت نہیں کرتے۔ ان کی تخلیقات کے لیے لطیف نام مناسب ہیں۔۔۔ لیکن جو چیز محنت سے لکھی جائے اس کا عنوان بھی ایسا ہونا چاہیے جس سے محنت کا اندازہ ہو۔ ہاں ایسانہ ہو کہ کوئی سمجھ ہی نہ سکے کہ یہ کیا چیز ہے۔۔۔ بہر کیف محترم حکیم صاحب اور آپ سب حضرات کی جو متفقہ رائے ہو وہی احقر کی رائے ہے۔

''ترجمانِ اہلِ سنّت'' گو مذہبی مجلہ ہے مگر سیاسی جماعت سے منسلک ہے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ ضیائے حرم میں شائع کرادیں۔

سید الطاف علی بریلوی سے ملاقات کرلوں گا۔ ان شاء اللہ!۔۔۔ اہلِ خانہ کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۵)

۷۸۶

فرحت منزل۔ این ۴۴/ ۲، پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی نمبر ۲۹

برادرِ مکرم زید لطفکم!

السلام علیکم و علی من لدیکم۔۔۔ نوازش نامہ موصول ہوا۔ ملاقات سے محرومی کا خود احقر کو سخت قلق ہے۔ وصل و فراق اسی کی طرف سے ہے۔ جس کو چاہتا ہے ملاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے جدا رکھتا ہے۔ ملنے میں بھی ایک لطف ہے اور جُدا رہنے میں بھی ایک لذت ہے۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو محبت کی، بہار ہی فراق ہے۔

کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
یارب وہ درد کہ جس کی کسک لازوال ہو

آمین! اللہ تعالیٰ آپ کو بایں محبت واخلاص سلامت رکھے۔ آمین!

یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ عابد نظامی صاحب نے کاٹ چھانٹ کی ہے۔ احقر نے ان کو ''تذکرۂ مظہر مسعود'' کی ایک کاپی بھیجی تھی تاکہ ضروری عکس لے کر مضمون میں شامل کردیں، مگر انھوں نے صرف مزار مبارک کا عکس شامل کیا ہے۔ اگر پورا مضمون شائع ہو جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ کیا مضمون کی کاپی آپ کے پاس محفوظ ہے؟

آپ کے پچھلے دو خطوط جو کراچی کے پتے پر ارسال کیے تھے، مل گئے تھے۔ بہت بہت شکریہ!

سفر سے واپسی کے بعد صرف ان خطوط کے جوابات لکھ رہا ہوں جو اس عرصے میں موصول ہوئے۔ ابھی ان احباب کو شکریہ کے خط نہیں لکھے جن سے دورانِ سفر شرفِ ملاقات حاصل کیا تھا۔ محترم حکیم صاحب مدظلہٗ برادرم ظہور الدین صاحب کو خاص طور پر خطوط لکھنے ہیں۔ ان شاء اللہ جلد لکھوں گا۔ احقر کی طرف سے سلام مسنون پیش کردیں۔ ان سے ملاقات کرکے ناقابلِ بیان مسرت حاصل ہوئی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر انگریزی میں جو مقالہ لکھا تھا، کل انگلستان بھیج دیا ہے۔ ایک کاپی محترم حکیم صاحب کو بھی ارسال کروں گا۔ ان شاء اللہ!

اچھا اجازت دیں، بہت سے خطوط لکھنے ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ بچے سلام کہتے ہیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۶)

۷۸۶

گورنمنٹ کالج، مٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ)
۳۰، مئی ۱۹۷۶ء

برادرم زید مجدکم!

سلام مسنون! عنایت نامہ نظر نواز ہوا۔ خیریت معلوم ہو کر سکون واطمینان ہوا۔ ''خلفاءِ اعلیٰ حضرت'' پر مقدمہ لکھنے کے لیے حاضر ہوں، مگر اس وقت ایک اور کتاب پر مقدمہ لکھ رہا ہوں۔ اس لیے یہ کام جلدی ممکن نہ ہوگا۔ کوشش کروں گا کہ جون کے آخر تک مکمل کرکے بھیج دوں۔۔۔ آپ ارسال فرمادیں۔ ہاں ''جامع مقدمہ'' کی قید نے مقیّد کردیا ہے۔۔۔ یہ قید اٹھادیں۔

آج کل داڑھ میں درد ہے جس کی وجہ سے سر میں بھی درد رہتا ہے۔ دعا فرماتے رہا کریں۔ مولانا شاہ محمد کاتب زید عنایتہٗ سے ملاقات ہو تو سلام کہدیں۔

والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۷)

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ کالج، مٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ)

۷/اگست ۱۹۷۶ء

برادرِ مکرم!

سلام مسنون! نوازش نامہ موصول ہوا۔ یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ "خلفائے اعلیٰ حضرت" کی کتابت ۱۴/ اگست کے تاریخی دن شروع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مقبول و محمود بنائے۔ آمین!

"ارکانِ دین" کو بخوشی چھپوا کر تقسیم کریں، اجازت ہے۔ لیکن کسی عالم کو ایک نظر دکھالیں تاکہ غلطیاں نہ رہیں۔ آخری صفحے پر دعا یا آیت ہے، اس میں ایک غلطی ہے جس کی تصحیح ضروری ہے۔۔۔ "حیاتِ مبارک" ابتدا میں لکھی تھی جبکہ معلومات محدود تھیں اس لیے اس حصّے کو چاہیں تو حذف کر دیں۔ حضرت علیہ الرحمہ سے سب ہی لوگ واقف ہیں۔۔۔ کتابت اور کاغذ اعلیٰ اور متن صحیح ہونا چاہیے۔ بس یہی شرط ہے۔

سیلاب کی خبروں نے متفکر کر دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو محفوظ و مصئون رکھے۔ آمین! احقر ابھی کراچی میں ہے، ۱۴/ اگست کو روانگی ہے، ان شاء اللہ!

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۸)

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ کالج، مٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ)

۸/اپریل ۱۹۷۷ء

برادرِ مکرم زید مجدکم!

سلام مسنون! نوازش نامہ کاشفِ حالات ہوا۔ آپ نے بڑا کرم فرمایا کہ کاپیاں جوڑنے میں مدد فرمائی۔ جزاکم اللہ!۔۔۔ اخی المکرم مولانا شاہ محمد صاحب کی یہ عنایت ہے کہ پانچ روپے کی بجائے چار روپے فی صفحہ لے رہے ہیں، اور اس پر بھی ۱۰۶/روپے نذر کر رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ اس اخلاص و محبت کی پوری پوری جزاعطا فرمائے۔ آمین! یہ حقیر کسی لائق نہیں، بس دعا کر سکتا ہے۔

احقر کی طرف سے سلام کہدیں اور تہہ دل سے شکریہ ادا کر دیں۔

احقر اب "حیاتِ اعلیٰ حضرت" شروع کرنے والا ہے۔ آپ کی فرمائش کی تکمیل کی گئی تو مزید تاخیر ہو جائے گی۔ یہ بات ناگوارِ خاطر ہو تو مسودہ بھیج دیں، مختصر پیش لفظ لکھ دیا جائے گا۔۔۔ یہ سن کر مسرت ہوئی کہ "اکابرِ تحریکِ پاکستان" (حصّۂ دوم) کا مسوّدہ تیار ہے اور حصّۂ سوم زیرِ قلم ہے۔ نیز یہ کہ "خلفاءِ اعلیٰ حضرت" کی کتابت زور وشور سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذوق و شوق میں اور اضافہ کرے۔ آپ کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد زید لطفہٗ کا "نورِ اسلام" (اولیاءِ نقشبند نمبر) کب شائع ہو رہا ہے؟ ادھر جانا ہو تو دریافت کریں۔ "ارکانِ دین" چھپ جائے تو چند نسخے ارسال فرمادیں۔ زیادہ کیا تحریر کروں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۹)

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ کالج، مٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ)

۱۱/دسمبر ۱۹۷۷ء

سلام مسنون! عرصہ دراز کے بعد عنایت نامہ ملا۔ یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ آپ خانگی پریشانیوں میں مبتلا تھے۔ مولائے کریم آپ کو طمانیت و سکون ارزانی فرمائے تاکہ آپ مسلکِ اہلِ سنّت وجماعت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ آمین!

"سیرتِ مجددِ الفِ ثانی" اور "موجِ خیال" پبلشر کی کاہلی و سستی کی وجہ سے ہنوز شائع نہ ہو سکیں۔ ہر جگہ یہی عالم ہے۔ دعا کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ "اکابر تحریک پاکستان" کو لاہور کے ناشر شائع کرنا چاہتے ہیں۔ فوٹو کے سلسلے میں یہ عرض ہے کہ حضرت قبلہ والدِ ماجد علیہ الرحمہ اس کے خلاف تھے۔ اس لیے یہ نامناسب ہے کہ جو چیز ان کی منشا کے خلاف ہو وہ شائع کی جائے۔ ایک صاحب نے بے خبری میں کراچی میں فوٹو لیا تھا جو محفوظ ہے۔

احقر نے آپ کے لیے ایک رسالہ "محبت کی نشانی" لکھنا شروع کیا تھا۔ مصروفیت کی وجہ سے کام رک گیا۔ ان شاء اللہ جب یہ رسالہ

مکمل ہو گا، بھیج دیا جائے گا۔ آپ انجمن کی طرف سے شائع کر دیں۔
نوٹ: کوشش کی جارہی ہے کہ اخبار "جنگ" کا امام احمد رضا نمبر شائع کرایا جائے۔ اس کے لیے مضامین کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی مختصر مضمون ارسال کر دیں تو ممنون ہوں گا۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۰)

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ سائنس کالج، سکرنڈ (ضلع نواب شاہ، سندھ)
۱۰ر فروری ۱۹۷۸ء

برادرم زید مجد کم!

سلام مسنون! دونوں عنایت نامے موصول ہوئے۔ یاد آوری کا ممنون ہوں۔ آپ نے تحریر فرمایا: "اگر "موج خیال" کی مجھ ایسے لوگوں کے لیے گنجائش نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔" "موج خیال" اہلِ خانہ کو بھی ہنوز نہ دے سکا، اس لیے آپ خود کو اتنا دور تصور نہ کریں۔ آپ بہت قریب ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ پیش کروں گا۔

مجلسِ رضا پہلے بہت فعال تھی، اب نہ معلوم اس کی حرارت میں کیوں کمی آگئی۔ بہر کیف برادرم ظہور صاحب کو یاد دہانی کرا رہا ہوں۔ خدا کرے کہ آپ کی تصنیف جلد از جلد منظرِ عام پر آجائے۔ اس وقت اس کی ضرورت ہے۔

فقط والسلام
احقر مسعود احمد عفی عنہ

(۲۱)

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ سائنس کالج، سکرنڈ (ضلع نواب شاہ، سندھ)
یکم فروری ۱۹۷۹ء

برادرم زید مجد کم! سلام مسنون! نوازش نامہ موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا۔ "تجلیاتِ امامِ ربانی" کی اشاعت موجب انبساط ہے اور آپ کی تعریف و توصیف باعثِ طمانیت۔

یہ پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی کہ "اکابرِ تحریک پاکستان" (حصۂ دوم) کی کتابت بھی ہو چکی ہے۔ خدا کرے جلد چھپ جائے۔ "خلفائے اعلیٰ حضرت" کی اشاعت میں بہت تاخیر ہو گئی۔ یوم منانا اپنی جگہ اہم ہے مگر اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک مرکزی بیت المال قائم کیا جائے، جس کی مدد سے قابلِ اشاعت کتابیں جلد لوگوں تک پہنچیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ احقر کی کتاب "سیرتِ مجددِ الفِ ثانی" کتابت ہونے کے باوجود کئی سال سے منظرِ طباعت و اشاعت ہے۔ کسی قسم کا معاوضہ نہیں لیا گیا، پھر بھی یہ تساہل! میرے خیال میں مدینہ پبلشنگ والوں سے "خلفاءِ امیر ملّت" کے لیے گفتگو کرنا زیادہ مفید نہ ہو گا۔ اگر وعدہ کر بھی لیا تو ایفا کرنا مشکل ہو گا۔ اگر آپ وعدوں کا لامتناہی انتظار کر سکیں تو ان سے بات کروں۔

مولانا محمود احمد قادری صاحب کا پتا تحریر فرمادیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو کتابیں بھیج دی جائیں گی۔ وہ ایک جگہ نہیں رہتے، اس لیے رابطہ مشکل ہو جاتا ہے۔ ان کو خط لکھیں تو دریافت کریں کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے عربی اشعار پر جو وہ کام کر رہے تھے، کہاں تک پہنچا۔ نیز کتب خانۂ مدرسۂ قادریہ، بدایوں میں ایک قلمی کتاب "مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء" مؤلّفہ محمد حسنین ہے۔ اگر اس کتاب سے امام احمد رضا کے حالات نقل فرما کر بھیج دیں تو ممنون ہوں گا۔

امام احمد رضا پر انگریزی مقالہ شائع ہو گیا ہے، شاید آپ نے مطالعہ فرمایا ہو۔ احباب کو سلام کہدیں۔ برادرم مولانا شاہ محمد کاتب زید مجدہٗ سے ملاقات ہو تو دریافت کر لیں کہ مولانا محمد اشرف صاحب نے معاوضہ کی سب رقم ادا کر دی ہے یا کچھ باقی ہے۔ احقر نے ان کو خط لکھا تھا مگر جواب نہیں آیا۔ حج کی مبارک باد بھی پیش کر دیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۲)

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ سائنس کالج سکرنڈ (ضلع نواب شاہ، سندھ)

برادرم زید مجد کم!

السلام علیکم! دونوں عنایت نامے موصول ہوئے۔ شکریہ! فرصت نہیں ملتی اس لیے تبصرہ نہ لکھ سکا۔ "انوارِ امیر ملت" کا دوسرا نسخہ مل گیا ہے۔ شکریہ! یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ "اکابر تحریک پاکستان"

کے تیسرے حصے کی کتابت ہو رہی ہے۔ آپ کسی کے کہنے سننے کی پرواہ نہ کریں۔ عنایتِ خالق کے سامنے ملامتِ خلق کی کوئی اہمیت نہیں۔ حضرت مجددِ الفِ ثانی پر جو کتاب لکھی ہے، ہنوز پبلشر کی غفلت کا شکار ہے۔ جب خدا کو منظور ہوگا، چھپ جائے گی۔ برادرم مولانا شاہ محمد صاحب کو کتابت کے لیے مسودہ بھیجا ہے مگر رسید نہیں مل جس سے تشویش ہے۔ مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت کا ایک قلمی رسالہ شائع کرنا ہے اس کے شروع میں تعارف کے بیس پچیس صفحات اضافہ کرنے ہیں۔ مولانا سے دریافت کریں کیا فوری طور پر اتنے صفحات کتابت فرمادیں گے۔ جواب جلد عنایت کریں۔ نہ حکیم صاحب کا خط آیا اور نہ ظہور الدین صاحب کا۔ احقر نے لکھا تو اس کا جواب بھی نہ آیا۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۳)

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)

۳/ دسمبر ۱۹۸۰ء

برادرم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! عنایت نامہ موصول ہوا۔ شکریہ! اس سے قبل کتابچے مل گئے تھے جس کی اطلاع دے چکا ہوں۔ ماشاء اللہ آپ بہت فعال ہیں اور اہلِ سنّت وجماعت کی خدمت میں سرگرمِ عمل اللہ تعالیٰ اس علمی جدوجہد کا صلہ عطا فرمائے۔ آمین!

مطلوبہ معلومات احقر کے پاس نہیں اس لیے معذور ہوں۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں میرے بھانج داماد ڈاکٹر رضوان اللہ صاحب، صدر شعبۂ سُنّی دینیات ہیں، ان کو خط لکھ کر معلوم کریں۔ مگر جواب دینے میں بہت سُست ہیں۔ پروفیسر ایوب قادری کو بھی لکھ کر دیکھیں۔

آج کل احقر اعلیٰ حضرت پر انگریز نوازی کے الزام کے خلاف مقالہ لکھ رہا ہے۔ آپ کے علم میں کوئی نادر واقعہ ہو تو مطلع کریں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۴)

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)

۱۶/ جنوری ۱۹۸۵ء

اخی العزیز زید مجدکم!

سلام مسنون! نوازش نامہ باعثِ فرحت ہوا۔ یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ "ارشاداتِ امیرِ ملّت" چھاپ کر تقسیم کردی گئی اور آپ کو ایک نسخہ بھی نہ دیا۔ شریعت کی بنیاد اخلاص اور دیانت داری پر ہے۔ یہ خوبیاں معدوم ہوتی جاتی ہیں۔

مطلوبہ مضمون میرا خیال ہے کہ اپنی عم زاد ہمشیرہ سے لکھواؤں جو بفضلہٖ تعالیٰ فرسٹ کلاس ایم، اے ہیں۔ آپ تحریر فرمائیں کہ زیادہ سے زیادہ کتنے فل اسکیپ صفحات ہونے چاہییں۔

یہ کام نہایت اہم ہے اور آپ کا انتخاب نہایت مناسب ہے۔ "خلفاءِ اعلیٰ حضرت" کا کیا ہوا؟ سنا ہے کہ ظہور الدین خاں صاحب کے پاس کتابت ہے۔ نہ چھاپتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کو چھاپنے دیتے ہیں۔ مسوّدہ آپ کے پاس ہو تو ارسال کردیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کراچی سے طباعت کی کوشش کی جائے گی۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۵)

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)

۴/ فروری، ۱۹۸۵ء

برادرم!

سلام مسنون! نوازش نامہ موصول ہوا۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ پر ہمشیرہ عزیزہ لکھ رہی ہیں۔ احقر اعلیٰ حضرت پر کافی کام کرچکا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ "امام احمد رضا اور عالم اسلام" میں اعلیٰ حضرت کے حالات پر جو مقالہ شامل ہے، اسی کو اپنی کتاب میں شامل کرلیں۔ یا پھر وہ مقالہ جو ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی نے اسلام آباد سے شائع کیا تھا اور اب پاک وہند سے کتابی صورت میں شائع ہوچکا ہے۔ احقر بہت مصروف ہے، نیا مقالہ لکھا گیا تو کافی انتظار کرنا پڑے گا۔

''اکابر تحریک پاکستان'' (جلد سوم) کی اشاعت کے لیے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ قائم کریں: مولانا محمد ریاض صاحب، ادارۂ تصنیفاتِ امام احمد رضا، اخوند مسجد، کھارادر، نیو نہام روڈ، کراچی

مندرجہ بالا ادارے نے اعلیٰ حضرت پر مقالۂ ڈاکٹریٹ (پٹنہ یونیورسٹی) بعنوان ''فقیہہ اسلام'' شائع کیا ہے۔ یہ بھی طلب فرمالیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۶)

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)
۲۵/ فروری ۱۹۸۵ء

برادرم زید مجدکم!

السلام علیکم! آپ کے دونوں نوازش نامے موصول ہوئے۔ شکریہ! چند کتابیں ارسال کی ہیں۔ اُمید ہے کہ مل گئی ہوں گی۔ ''امام احمد رضا اور عالم اسلام'' میں ''حیات امام احمد رضا'' مطالعہ کرلیں۔ فکر و نظر والا مقالہ ''حیاتِ امامِ اہلِ سنّت'' کے نام سے مجلس رضا، لاہور نے شائع کیا ہے وہ منگالیں۔ پھر جو مقالہ مناسب خیال کریں، شامل کرلیں۔

حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ پر مقالے کی تیاری کے لیے ہمشیرہ سے کہا تھا اور کچھ نوٹس بھی دیے تھے مگر وہ بیماری کی وجہ سے کام نہ کرسکیں۔ احقر نے بعض کتابوں میں حضرت کی حیات و سوانح لکھ کر شامل کی ہے۔ جلدی ہو تو کسی کتاب سے فوٹو اسٹیٹ لے کر بھیج دوں؟

مفتی ضیاء الدین مدنی اور مولانا عبد العلیم صدیقی علیہما الرحمہ پر بعض حوالے محمد احسان الحق (۱۲۷۔ ملت کالونی پنڈی) کے پاس ہیں۔ ضرورت ہو تو منگالیں۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۷)

گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)
۱۴/ مارچ، ۱۹۸۵ء

برادرم!

سلام مسنون! نوازش نامہ موصول ہوا۔ یہ اچھا کیا کہ ''فکر و نظر'' والا مقالہ شامل کرلیا۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے حالات بھی ان شاءاللہ مرتب کرلیے جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مفتی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ نے مسلم لیگ میں رہ کر پاکستان کے لیے بڑا کام کیا ہے۔ ان کے حالات ضرور شامل ہونے چاہیے۔ احقر نے جبل پور لکھا تھا وہاں سے ایک کتابچہ اور کچھ مزید حالات موصول ہوئے ہیں۔ آپ کہیں تو بھیج دوں۔ کچھ حالات ''اکرامِ امام احمد رضا'' میں شامل ہیں۔ وہاں سے استفادہ کرلیں۔

احبابِ اہلِ سنّت کے لیے جو کچھ تحریر کیا، درست ہے۔ آپ ماشاءاللہ باہمت ہیں، ان شاءاللہ تعالیٰ یہ کام کر گزریں گے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ آمین! کتاب میں کن کن بزرگوں کو شامل کیا ہے مطلع کریں تاکہ ان کے متعلق جو مواد ملے آپ کو بھیج دیا جائے۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)
۸/ جنوری ۱۹۸۷ء

برادرم زید مجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نوازش نامہ کاشفِ حالات ہوا۔ یاد آوری اور کتاب کی قدر افزائی کا ممنون ہوں۔

محمد امین بدخشی نے ''مناقب الحضرات'' (م۔۱۰۷۰ھ) میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی (م۔۱۰۶۷ھ) نے حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب میں آپ کو ''مجدد الفِ الثانی'' تحریر فرمایا۔ (مناقب الحضرات، مخطوطۂ لندن، ۱۱۴۰ھ، ورق ۱۷۴) پھر یہ لقب زبان زدِ خاص وعام ہوگیا۔

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے۔ ایک ہم عصر مؤرخ محمد صالح کنبوہ نے ''شاہجہان نامہ'' میں عہدِ شاہجہانی کے علما میں سب سے پہلے آپ کا نام لکھا ہے، اس کے بعد شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ مؤرخِ موصوف نے علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی کو ان القاب سے یاد کیا ہے:

''دانشوروں کے سردار''، ''عالم محقق''، ''دانائے محقق''
(شاہجہان نامہ، ج۳، ص۳۷۶، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء)

مولانا رحمان علی نے "تذکرہ علمائے ہند" میں لکھا ہے کہ شاہجہان بادشاہ نے دو مرتبہ آپ کو چاندی میں وزن کر کے وہ چاندی آپ کی نذر کی۔ (تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۲۸۱)

ایسے جلیل القدر عالم نے حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کو "مجددِ الفِ ثانی" کے خطاب سے نوازا۔ پھر گیارہویں، بارہویں، تیرہویں اور چودہویں صدی کے علما و مجددین نے آپ کو "مجدِ الفِ ثانی" تسلیم کیا۔ امام احمد رضا بریلوی جن کو عرب و عجم کے علما نے چودہویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے، اپنے ایک مکتوب میں مولانا محمد علی مونگیری کو تحریر فرماتے ہیں: "بالفعل آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرت شیخ مجددِ الفِ ثانی صاحب رحمہ اللہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت ممدوح اپنے مکتوباتِ شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "فسادِ مبتدع زیادہ تر از فسادِ صحبت صد کافر ست"۔ (مکتوبات امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۹۰، ۹۱)

اپنے وقت کے ایک عظیم مجدد نے "الف ثانی" کے مجدد کے قول کو دلیل و برہان کے طور پر پیش کر کے قولاً و عملاً یہ ثابت فرمادیا وہ حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے فیضان علمی وروحانی کو الفِ ثانی (دوسرے ہزارے) پر محیط سمجھتے تھے۔ اس پس منظر میں اقبال کا یہ شعر بھی معنیٰ خیز معلوم ہوتا ہے:

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!

اقبال کی یہ دعا قبول ہوئی اور فیض مجددی کو امام احمد رضا نے دینی، علمی اور سیاسی سطح پر عام کیا۔ جو حضرات امام احمد رضا سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں ان کے لیے امام کا قول ہی حجت ہے۔ جب انہوں نے اپنی زبانِ مبارک سے "مجددِ الفِ ثانی" فرمایا تو پھر کس کی مجال ہے کہ رو گردانی اور سرتابی کرے!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان دونوں حضرات کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو اپنے اور اپنے حبیبِ کریم ﷺ و ازواجِ و اصحابہ وسلم کے انوار سے منور و مستنیر رکھے۔ آمین! اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۷/ ۲۔ سی۔ فرسٹ فلور، پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی
یکم اکتوبر ۱۹۹۲ء

برادرم زید مجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہٗ۔ نوازش نامہ موصول ہوا۔ شکریہ! "خلفائے اعلیٰ حضرت" چھپ گئی ہے۔ آپ کو کاپیاں بھیج دی گئی ہیں۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا پتا یہ ہے: ڈاکٹر انعام الحق کوثر، پرنس روڈ، کوئٹہ۔

قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مقدمہ تحریر فرمادیں گے تو کتاب زیادہ وقیع ہو جائے گی۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی محنت قبول فرمائے۔ آمین! ان شاء اللہ ۱۵/ اکتوبر کے بعد لاہور آنے کا پروگرام ہے۔ قیام C/۳۰ ماڈل ٹاؤن میں حقّی صاحب کے ہاں رہے گا۔ فون نمبر ۸۵۰۸۳۷ ہے۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۳۰)

کراچی، ۱۴/ مئی ۱۹۹۳ء

برادرم زید عنایتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نوازش نامہ موصول ہوا۔ یاد آوری کا ممنون ہوں۔ یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے "رُباعیاتِ خواجہ نقشبند" کی شرح مکمل کرلی ہے۔ فقیر کے خیال میں حضرت صاحبزادہ جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی اس کو چھپوا سکتے ہیں، لیکن پہلے کسی فارسی داں عارفِ کامل سے نظرِ ثانی کرالیں۔

"تعارفِ رضویات" اور "حیاتِ امام احمد رضا محدث بریلوی" کتابت کے مراحل میں ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگست ۱۹۹۳ء تک یہ دونوں کتابیں چھپ جائیں گی۔ فی الحال "تحفۃ الصلوٰۃ الی النبی المختار" (مؤلفہ مولانا محمد عنایت اللہ نقشبندی) پر مقدمہ قلم بند کر رہا ہوں۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اتباعِ سنّت کا خاص خیال رکھیں۔ امید ہے اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

***

نوادراتِ امام احمد رضا مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ترتیب: **طاہرہ سلطانہ** (ریسرچ اسکالر، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

نمبر	تصنیف	زبان	صفحات	کیفیت	عکس قلمی/مطبوعہ
3/1003	حاشیہ ترمذی شریف	عربی	۲۱۰	خوب	عکس قلمی
8/1000	شرح احسن الوعاء الاداب الدعاء	اُردو	۲۰۴	خیلی خوب	مطبوعہ (ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی)
8/1000	اعجب الامداد (۱۳۱۰ھ)	اُردو	۲۲	خوب	مطبوعہ (نوری کتب خانہ، لاہور)
8/1000	صلات الصفافی نور المصطفیٰ	عربی و اُردو	۳۶	خیلی خوب	مطبوعہ (نامعلوم)
8/1000	الصمصام علیٰ مشکک فی آیۃ علوم الارحام (۱۳۱۵ھ)	عربی و اُردو	۱۹	خوب	مطبوعہ (بزم فکر و عمل کراچی)
8/1000	نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال	اُردو	۴۸	خیلی خوب	مطبوعہ (نامعلوم)
8/1000	وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح (۱۳۱۲ھ)	عربی و اُردو	۷۵	خیلی خوب	مطبوعہ (رضادارالاشاعت)
8/1000	بدرُ الانوار	عربی و اُردو	۴۶	خیلی خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اہلِ سنت، کراچی)
8/1000	ہدیٰ الحیران	فارسی و اُردو	۴۲	خیلی خوب	مطبوعہ (نامعلوم)
8/1000	تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون	عربی و اُردو	۳۸	خیلی خوب	مطبوعہ (مرکزی مجلس، لاہور)
8/1001	حاشیہ الفتاویٰ الزینبیہ	عربی	۴	خوب	عکسِ قلمی
8/1001	حاشیہ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ	عربی	۱۸	خیلی خوب	عکسِ قلمی
8/1001	حاشیہ شرح المقاصد العلامۃ تفتازانی	عربی	۱۰	خوب	عکسِ قلمی
8/1001	حاشیہ الھمزیت	عربی	۷	خوب	عکسِ قلمی
8/1001	علم الصرف	عربی	۴	خوب	عکسِ قلمی
8/1001	الموھبات فی المربعات	عربی	۴۴	میانہ	عکسِ قلمی
8/1001	جمل الجلیلہ ان المکروہ التنزیعۃ یس بمعصیۃ	عربی و اُردو	۱۰	خوب	عکسِ قلمی
8/999	ابر المقال	عربی و اُردو	۴۴	خوب	مطبوعہ (نامعلوم)
8/999	نفی الفی	اُردو	۱۲	خوب	مطبوعہ (نوری کتب خانہ نوری مسجد، لاہور)
8/999	بدرالانوار	عربی و اُردو	۵۹	خوب	مطبوعہ (نامعلوم)
8/999	شفاء الوالہ	عربی و اُردو	۴۰	خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی، لاہور)
8/999	فتاوٰی الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۳۱۷ھ)	اُردو	۲۲	خوب	مطبوعہ (مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ، لاہور)
8/999	تنزیۃ المکانۃ الحیدریہ عن وحمۃ عھدِ الجاھلیہ (۱۳۱۲ھ)	عربی و اُردو	۲۲	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی، بمبئی)
8/999	حاشیہ برجواہر الاخلاطی	عربی	۵	میانہ	عکسِ قلمی

نمبر	تصنیف	زبان	صفحات	کیفیت	عکس قلمی/مطبوعہ
8/999	حاشیہ علم توقیت	فارسی	۴	خوب	عکسِ قلمی
8/998	مشعلِ ہدایت	اُردو	۲۷	خیلی خوب	مطبوعہ (مسلم کتابوی، لاہور)
8/998	الکشف الشافیہ حکم فونو جرافیا	عربی	۱۲۶	خیلی خوب	مطبوعہ (الرابطہ انٹر نیشنل/ادارۂ تحقیقات)
8/997	حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام	عربی	۶	خوب	عکسِ قلمی
8/997	حاشیہ بہجۃ الاسرار	عربی	۹	خوب	عکسِ قلمی
8/997	حاشیہ الفوایدالبھیہ فی تراجم الحنفیہ لکھنوی	عربی	۴	میانہ	عکسِ قلمی
8/997	کتاب الاسعاف فی احکام الاوقات	عربی	۹	خوب	عکسِ قلمی
8/997	حاشیہ تصریح	عربی	۳۰	خوب	عکسِ قلمی
8/997	حاشیہ شرح چغمینی	عربی	۳۸	میانہ	عکسِ قلمی
8/997	حاشیہ کتاب الابریز	عربی	۷	خوب	عکسِ قلمی
8/997	النکۃ علیٰ مراء کلکتہ	اُردو	۸	میانہ	عکسِ قلمی
8/994	رسالہ دررد فلسفۂ قدیمہ موسوم بہ الکلمۃ الملھمہ (۱۳۳۸ھ)	اُردو	۱۴۰	خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی، بمبئی)
8/996	عربی خطوط بنام محمد طیب مکی	عربی	۱۵۶	خیلی خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اہلِ سنت، کراچی)
8/996	۱۸ خطوط بنام مولانا عبد السلام جبل پوری	اُردو	۵۱	خیلی خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اہلِ سنت، کراچی)
8/995	متفرق خطوط	اُردو	۷	خیلی خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اہلِ سنت، کراچی)
8/995	خطوط بنام مولانا سید عرفان علی	اُردو	۱۹	خیلی خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اہلِ سنت، کراچی)
8/995	خطوط بنام مولوی اشرف علی تھانوی	اُردو	۱۲	خیلی خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اہلِ سنت، کراچی)
8/995	۳ خطوط بنام شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ حیدر آبادی علیہ الرحمۃ	اُردو	۹	خیلی خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اہلِ سنت، کراچی)
8/993	حاشیہ شرح مواقف	عربی	۳۹	خوب	عکسِ قلمی
8/993	حاشیہ الالی المصنوعہ فی الاحادیث الموعوضہ اللسیوطی	عربی	۱۱	میانہ	عکسِ قلمی
8/993	حاشیہ رسائل علامہ شامی	عربی	۹	خوب	عکسِ قلمی
8/993	افتائے حرمین کا تازہ عطیہ	اُردو	۲۸	خیلی خوب	مطبوعہ (مطبع اہلِ سنت وجماعت، بریلی)
8/916	رسالہ فی علم جعفر	عربی	۷	خیلی خوب	مطبوعہ (مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور)
8/916	النیرہ الوفیہ شرح الجوھرۃ المعنیہ مع حاشیہ الطرۃ الرضیہ علی النیرۃ الوضیہ	عربی و اُردو	۴۹	خوب	مطبوعہ (مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ، لاہور)
8/991	حاشیہ امام احمد رضا بر الاتقان فی علوم القرآن	عربی	۸	خوب	عکسِ قلمی
8/991	حاشیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	فارسی	۱۰	خوب	عکسِ قلمی

نمبر	تصنیف	زبان	صفحات	کیفیت	عکس قلمی/مطبوعہ
8/991	حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ	عربی	۱۳	خوب	عکسِ قلمی
8/991	حاشیہ المسامرۃ والمسایرۃ وحاشیہ الاخری للقاسم	عربی	۱۴	خوب	عکسِ قلمی
8/991	حاشیہ تکمیل الایمان	فارسی واُردو	۳	خوب	عکسِ قلمی
8/990	حاشیہ بہادر خانی	فارسی	۲۱۲	خوب	عکسِ قلمی
8/988	حاشیہ الفتاویٰ عالمگیریہ	عربی	۲۱۰	خوب	عکسِ قلمی
8/987	۳ خطوط بنام مولانا محمد علی مونگری	اُردو	۱۴	خیلی خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اسلام اہل سنّت)
8/987	۵۲ خطوط بنام مولانا ظفر الدین بہاری	اُردو	۲۶	خیلی خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اسلام اہل سنّت)
8/987	مالک ومختار نبی	عربی واُردو	۶۹	خوب	مطبوعہ (ادارہ معارف نعمانیہ شادباغ، لاہور)
8/1006	رسالۂ تعزیہ داری باسم تاریخی اعالی الافادہ فی تعزیۃ الهند وبیان الشهادۃ (۱۳۲۱ھ)				
8/1006	قمر التمام	عربی واُردو	۲۹	خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اہلِ سنّت، نور مسجد)
8/1006	دس عقیدے	اُردو	۸۵	خوب	مطبوعہ (جمعیت اشاعت اہلِ سنّت، کراچی)
8/1006	ذبیحۂ اولیاء نامِ تاریخی سُبُلُ الاصفیاء فی حکم ذبح الاولیاء ۱۳۱۲ھ	عربی واُردو	۱۴	خوب	مطبوعہ (نورانی بک ڈپو جمشید پور) ۱۹۷۹ء
8/1006	الطائب الصیب، علیٰ ارضِ الطیب	عربی واُردو	۶۳	خوب	مطبوعہ (ادارہ اشاعت تصنیفاتِ رضا)
8/1006	الادلۃ الطاعنۃ فی اذانِ الملاعنۃ ۱۳۰۶ھ	عربی واُردو	۱۶	خوب	مطبوعہ (حسنی پریس بریلی شریف)
8/1006	تنزیۃ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ الجاھلیہ	عربی واُردو	۲۰	خوب	مطبوعہ (بزم عاشقان مصطفی ﷺ، لاہور)
8/1006	حاشیہ فتح المعین	عربی	۵	میانہ	عکسِ قلمی
8/1006	حاشیہ مسندِ امام اعظم	عربی	۸	میانہ	عکسِ قلمی
8/1006	حاشیہ عنایۃ القاضی شرح بیضاوی	عربی	۳	میانہ	عکسِ قلمی
8/1006	حاشیہ بر تہذیب التہذیب	عربی	۲	خوب	عکسِ قلمی
8/1006	حاشیہ خصائص کبریٰ	عربی	۶	خوب	عکسِ قلمی
8/1006	المسلک المتقسط شرح المنسک المتوسط	عربی	۱۰	میانہ	عکسِ قلمی
8/992	معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین ۱۳۳۸ھ	اُردو	۱۵	خوب	مطبوعہ (بزم عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ)
8/992	کشف حقائق واسرار دقائق ۱۳۰۸ھ	فارسی واُردو	۱۵	خوب	مطبوعہ (نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب)
8/992	ترجمہ الفتویٰ وجہ ھدم البلویٰ فتوی مکہ لغۃ ندوۃ المندکۃ ۱۳۱۷ھ	عربی واُردو	۲۰۲	خوب	مطبوعہ (نامعلوم)
8/992	حاشیہ رسائل شامی	عربی	۴	شکستہ	عکسِ قلمی
8/992	حاشیہ علم الکلام	عربی	۱۴	خوب	عکسِ قلمی

نمبر	تصنیف	زبان	صفحات	کیفیت	عکس قلمی/مطبوعہ
8/992	حاشیہ نصب الرایہ الاحادیث الھدایہ	عربی	۲۳	خوب	عکسِ قلمی
8/992	اصولِ ھندسہ	عربی	۷	شکستہ	عکسِ قلمی
8/992	چراغِ اُنس ۱۳۱۵ھ	اُردو	۴	خیلی خوب	مطبوعہ (نامعلوم)
8/992	تعلیقاتِ رضا	عربی و اُردو	۳۵	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی بمبئی)
8/984	الاستمداد علیٰ اجیاد الارتداد ۱۳۳۷ھ	عربی و اُردو	۱۸۲	خیلی خوب	مطبوعہ (قادری بکڈپو، نو محلہ مسجد، بریلی)
8/983	القواعد الجلیلہ فی الاعمال الجبریہ	عربی	۱۶	خیلی خوب	عکسِ قلمی
8/983	ازکی الاھلال	اُردو	۸	خوب	مطبوعہ (مطبع توفیقی، کلکتہ)
8/983	السعی المشکور فی ابداء الحق المھجور ۱۲۹۴ھ	عربی	۱۳	خیلی خوب	عکسِ قلمی
8/983	حاشیہ سنن دارمی شریف	عربی	۳	خوب	عکسِ قلمی
8/983	ترتیب الطبقات لیس بحسب الوفیات بل بحسب الروایات	عربی	۴۶	خوب	عکسِ قلمی
8/983	اِظہار الحق الجلی	اُردو	۶۴	خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی بمبئی)
8/1010	قصیدتان رائعتان	عربی	۲۸	خوب	مطبوعہ (المجمع الاسلامی، محمد آباد، الھند)
8/1010	المعتقد المنتقد، مع المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد	عربی	۲۷۲	خیلی خوب	مطبوعہ (مکتبہ حامدیہ، میلارام روڈ، لاہور)
8/1008	ابوطیفہ الکریمۃ	عربی و اُردو	۳۱	خیلی خوب	مطبوعہ (مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)
8/1008	شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ۱۳۱۶ھ	عربی و اُردو	۷۲	خوب	مطبوعہ (مصلح الدین پبلیکیشنز، کراچی)
8/1008	فلسفہ اور اسلام / مقامعُ الحدید علیٰ خَدِ المنطق الجدید (۱۳۰۴ھ)	عربی و اُردو	۶۰	خیلی خوب	مطبوعہ (ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی)
8/1008	مشعلۃ الارشادِ اِلیٰ حُقوقِ الاولادِ	اُردو	۱۰	خیلی خوب	مطبوعہ (چشتی کتب خانہ جھنگ بازار)
8/1009	الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ (۱۳۲۲ھ)	عربی	۲۸	خوب	عکسِ قلمی
8/1007	فوزِ مبین در رَدِ حرکتِ زمین	اُردو	۱۹۳	خیلی خوب	مطبوعہ (ادارہ سنی دنیا بریلی شریف)
8/978	تقاسیر الاحکام لفدیۃ الصلوٰۃ والصیام (۱۳۱۶ھ)	عربی و اُردو	۲۸	خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی بمبئی)
8/978	البدُورُ الاجلۃ فی امور الاھلۃ (۱۳۰۴ھ)	عربی و اُردو	۳۲	خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/978	الاعلام بحال البخور فی الصیام (۱۳۱۵ھ)	عربی و اُردو	۲۲	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی) سن اشاعت ۲۰۰۱ء
8/978	العروس المعطار فی زمن دعوت الافطار (۱۳۱۲ھ)	عربی و اُردو	۱۵	خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی) سن اشاعت ۲۰۰۱ء
8/978	ھدایۃ الجنان باحکام رمضان (۱۳۳۳ھ)	عربی و اُردو	۴۸	خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/978	روشاخ الجید فی تحلیل معانقۃ العید (۱۳۱۲ھ)	عربی، فارسی و اُردو	۳۸	خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/978	التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد (۱۳۰۷ھ)	عربی و اُردو	۱۳	خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)

نمبر	تصنیف	زبان	صفحات	کیفیت	عکس قلمی / مطبوعہ
8/978	درء القبح عن درک وقت الصبح (۱۳۲۶ھ)	عربی و اُردو	۹	خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/978	رعایۃ المذھبین فی الدعاءِ بین الخطبین (۱۳۱۰ھ)	عربی و اُردو	۹	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/978	صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین (۱۳۰۵ھ)	عربی	۱۸	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی بمبئی)
8/978	انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ (۱۳۲۹ھ)	اُردو	۴۴	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی بمبئی)
8/978	ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار (۱۳۱۶ھ)	عربی و اُردو	۳۳	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/978	تجویز الرد عن تزویج الابعد (۱۳۱۵ھ)	عربی و اُردو	۲۵	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/976	اعلام الاعلام بان ہندوستان دار السلام	عربی	۸۸	خیلی خوب	مطبوعہ (مرکز اہلِ سنّت برکات الرضا، گجرات)
8/976	ازاحۃ العیب بسیف للغیب (۱۳۳۰ھ)	اُردو	۲۳	خیلی خوب	مطبوعہ (مرکز اہلِ سنّت برکات الرضا، گجرات)
8/976	امور عشرین در امتیاز عقاید سنیین	عربی و اُردو	۴۰	خیلی خوب	مطبوعہ (مرکز اہلِ سنّت برکات الرضا، گجرات)
8/976	حقہ المرجان لمھمہ حکمر الدخان	عربی	۶۳	خیلی خوب	مطبوعہ (مرکز اہلِ سنّت برکات الرضا، گجرات)
8/979	ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند و بنجالہ (۱۳۱۷ھ)	عربی و اُردو	۱۰	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی بمبئی)
8/979	عباب الانوار اَن لا نکاح بمجرد الاقراد (۱۳۰۷ھ)	عربی و اُردو	۲۰	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/979	طرق اثبات الھلال (۱۳۲۰ھ)	عربی و اُردو	۲۵	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/979	البدور اجلۃ امور الاھلۃ	عربی و اُردو	۲۹	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/979	ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلام (۱۳۰۵ھ)	عربی و اُردو	۱۰	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/979	الزھر الباسم فی حُرمۃ الزکوٰۃ علیٰ بنی ھاشم	عربی و اُردو	۱۲	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی بمبئی)
8/979	اعز الاکتناہ فی ادصدقۃ مانع الزکوٰۃ (۱۳۰۹ھ)	عربی و اُردو	۱۴	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی بمبئی)
8/979	تجلی المشکوٰۃ لانار اسئلۃ الزکوٰۃ (۱۳۰۷ھ)	عربی و اُردو	۵۵	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/979	رادع التعسف عن الامام ابی یوسف (۱۳۱۸ھ)	عربی و اُردو	۱۲	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/979	مرقاۃ الجمان فی الھبوط عن المنبر لمدح السلطان (۱۳۲۰ھ)	عربی و اُردو	۱۵	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/979	افصح البیان فی حکم مزارع ھندوستان (۱۳۱۸ھ)	عربی و اُردو	۳۰	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی)
8/975	انباءُ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء	عربی	۱۹	خیلی خوب	مطبوعہ (مرکز اہلِ سنّت برکات الرضا، گجرات)
8/975	مسالک الحنفاء فی والدیِ المصطفیٰ ﷺ	عربی	۷۰	خیلی خوب	مطبوعہ (مرکز اہلِ سنّت برکات الرضا، گجرات)
8/973	کفل الفقیہ الفاھم وکاسر السفیہ الواھم	عربی و اُردو	۱۶۰	خیلی خوب	مطبوعہ (رضا اکیڈمی بمبئی)
8/1011	حاشیہ فواتح الرحموت	عربی	۴۱۸	خوب	عکسِ قلمی
8/1012	حاشیہ شمس بازغہ	عربی	۶۶	خوب	عکسِ قلمی
8/1003	الطاری الداری لھفوات الباری	فارسی و اُردو	۳۳۲	خوب	مطبوعہ (نام ندارد)

تبصرۂ کتب

نام کتاب: تقاریظ امام احمد رضا
ترتیب و تحقیق: سیّد صابر حسین شاہ بخاری
ناشر: اکبر بک سیلر، زبیدہ سینٹر، اردو بازار، لاہور
سالِ اشاعت: ۲۰۱۳ء
صفحات: ۲۵۰
قیمت: ۱۵۰ روپے
تبصرہ نگار: پروفیسر دلاور خاں

امام سواد اعظم اہلِ سنّت احمد رضا محدث حنفی قادری برکاتی نے مسلم امہ کی رہبری و رہنمائی کے لیے شب و روز تحریر کا فریضہ سرانجام دیا جہاں آپ نے مختلف علوم و فنون پر ایک ہزار کتب تصنیف فرمائیں وہیں آپ نے مشاہیر علماء کی کتب پر حواشی و تعلیقات رقم کیں اس کے ساتھ کئی کتب کو اپنی علمی و تحقیقی تصدیق اور تقریظ سے مزین فرمایا۔ دیگر فنون کے ساتھ ساتھ فن تقریظ نگاری پر مکمل دسترس حاصل تھی تقریظ لکھتے وقت مقاصد اصلیہ ور عصر حاضر کے تقاضوں کی حامل کتب پر ہی اپنی تقریظ ثبت فرماتے مفکر اسلام احمد رضا حنفی قادری فرماتے ہیں وحضرت حامی سنت ماحی بدعت عظیم البرکت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد ارشاد حسین صاحب رام پوری نوراللہ مرقدہ کے صاحب زادے مولانا معوان حسن سلمہ کے ساتھ مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب، خلف عنایت اللہ خاں اپنے والد ماجد کا ایک رسالہ دربارہ سلوک بعض مصطلحات اور تذکرہ حضرت مولانا موصوف ۱۷ ذی الحجہ کو قریب مغرب فقیر کے پاس بہ غرض تقریظ لائے، کتاب کے مطالعہ کے بعد اس ضمن اپنی قیمتی رائے کا اظہار یوں فرماتے ہیں "میری رائے قاصر میں ایسی عبارات کی اشاعت حق عامہ ناظرین میں مضر ہوگی، زمانہ آگیا ہے کہ خود اصول دین میں فتنہ اندرزوں کی گھٹائیں چاروں طرف گھنگور چھائی ہوئی ہیں اس وقت مسلمانوں کو اس کی حاجت ہے کہ انہیں الٰہیات و نبوات کے عقائد سکھائے جائے" اس وقت عقیدہ توحید کی معرفت اور ناموس رسالت کے تحفظ کی شدید ضرورت تھی مذکورہ کتاب عصری تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر تھی اس لیے حضرت امام احمد رضا نے اپنے عزیزوں سے اس کتاب پر تقریظ لکھنے سے معذرت چاہی۔

اگر کتاب مقاصد اصلیہ اور عصری تقاضوں کی تکمیل کرتی ہو اور مصنف سے کوئی تعارف اور ملاقات بھی نہیں تب بھی مصنف کی حوصلہ افزائی اور کتاب کی افادیت کو اجاگر کرنے کے لیے اس پر تقریظ رقم فرماتے دوسرے الفاظ میں آپ فرمائشی اور منہ دیکھ کر تقریظ لکھنے کے قائل نہیں تھے اس تناظر میں امام سواد اعظم اہلِ سنّت رد بدعات پر یوں تقریظ قلم بند کرتے ہیں: "کتاب انوار الحسنات فی رد البدعات" تصنیف فاضل مکرم ذی اللطف والکرم مکرمی مولوی غلام احمد صاحب سنبھلی سلمہ اللہ العلی الولی مطالعہ فقیر میں آئی فرصت عنقا ہونے کے سبب اول آخر اوسط سے چند متفرق مواضع بہ طور انموذج نظر سے گذرے اس سے پہلے فقیر کو مولوی صاحب موصوف سے کوئی تعارف تھا نہ اب تک نوبت ملاقات آئی۔ یہ پہلی بار ہے کہ ان کی تصنیف دیکھی حقیر فقیر کیا اس قابل ہے کہ کسی کتاب پر تقریظ چاہیں۔۔۔ جہاں تک فقیر نے دیکھا مقاصد اصلیہ کتاب کو محمود و مستحسن پایا اللہ تعالیٰ مصنف کے ارادات حسان و حسناتِ قلم و لسان میں برکت عطا فرمائے"

امام احمد رضا کی تقاریظ مطالعہ کیا جائے تو تقریظ کے یہ مقاصد، اقسام، اصول اور خصوصیات سامنے آتی ہیں۔

مقاصد تقریظ:

(۱) کتاب کے متن کی تائید کرنا
(۲) کتاب اور مصنف کی تحسین کرنا
(۳) قاری کو کتاب کے مطالعے کی ترغیب دینا

اقسام تقریظ:

(۱) مرکز کتاب تقریظ

آپ فرماتے ہیں: "تقریظ (لکھنے) والے اگر یوں کہیں کہ ہم نے یہ رسالہ یا فتویٰ اول سے آخر تک غور و تامل کے ساتھ دیکھا۔۔۔ تو

انہوں نے اس رسالے یا فتویٰ میں جو کچھ ہے اس سب کی صحت کا ذمہ لیا اور اس وقت اس میں جو کچھ معانی اور عبارات ہیں وہ سب ان (تقریظ لکھنے) والوں کی طرف نسبت کیے جائیں گے۔

(۲) مرکز مؤلف تقریظ

''اگر (تقریظ لکھنے والے) یوں کہیں کہ ہم نے اسے جابجا دیکھا اور نافع پایا تو صرف اس کی تحسین کی جس مادہ (عنوان) میں کتاب لکھی گئی۔ رہے اس کے بیان کے طریقے، دلیل کی روانی اور الفاظ وعبارت تو اس کے حال سے سکوت ہے نہ انکار ہے اور نہ اقرار''۔ (الدولۃ المکیہ، از امام احمد رضا)

قسم اول کی تقریظ لکھنا نہایت ذمہ داری کا معاملہ ہے جبکہ قسم دوم تقریظ لکھنا آسان ہے کیوں کہ اس کا مقصود صرف مؤلف اور کتاب کی تحسین ہے اور کتاب کے کسی بھی قسم کے سقم کی ذمہ داری تقریظ نگار پر عائد نہیں ہوتی۔

اصول تقریظ

(۱) کتاب عقائد صحیحہ اور عصری تقاضوں کو پورا کرتی ہو۔
(۲) کتاب کی اہمیت کو دلنشین انداز میں اجاگر کیا جائے۔
(۳) کتاب کی خصوصیات مؤثر انداز میں رقم کیا جائے۔
(۴) مصنف کی تحسین اور حوصلہ افزائی کی جائے۔
(۵) عوام کو کتاب کے مطالعہ کی ترغیب دلائی جائے۔
(۶) مؤلف کے لیے خوبصورت القابات تحریر کیے جائیں۔
(۷) اسلوب نگارش پر روشنی ڈالی جائے۔
(۸) مصنف کو دعاؤں سے نوازا جائے۔
(۹) منہ دیکھ کر تقریظ نہیں لکھی جائے۔

خصوصیات تقریظ:

(۱) اردو، عربی اور فارسی زبان میں تقاریظ لکھی گئیں ہیں۔
(۲) نثر اور نظم میں لکھی گئیں تقاریظ عربی اور اردو ادب کا عظیم شاہکار ہیں
(۳) فصاحت وبلاغت کا بین ثبوت ہیں۔
(۴) بعض ایجاز واختصار اور جامعیت کا حسین شاہکار ہیں۔
(۵) تقریظ کا آغاز مسجع عربی خطبے سے کرتے ہیں۔
(۶) مشاہیر خلفا کی تقریظ کے ذریعے ان کی علمی کاوشوں کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔

عناصر تقریظ:

(۱) کتاب،(۲) مصنف،(۳) قاری

زیر نظر تبصرہ کتاب ''تقاریظ امام احمد رضا'' کے مؤلف سید صابر حسین شاہ بخاری پاکستان کے معروف قلم کار اور کئی تحقیقی کتب کے مصنف ہیں جبکہ موصوف مطالعہ رضویات کے حوالے سے پاک وہند میں اپنی خاص شہرت رکھتے ہیں آپ کے وقیع مقالات معروف اور علمی جرائد کی زینت ہیں اور ادارہ فروغ افکار رضا، کے بانی ہیں۔

سید صاحب ''تقاریظ امام احمد رضا'' کی تالیف کا سبب و محرک یوں بیان فرماتے ہیں:''ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیات امام احمد رضا'' کا پندرہ جلدوں پر مشتمل ایک جامع منصوبہ بہ عنوان ''دائرہ معارفِ امام احمد رضا'' ترتیب دیا جو ۱۹۸۲ء میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی کے زیر اہتمام شائع ہوا حضرت مسعودِ ملت نے ۲۲؍ اکتوبر کو اپنے دست خط سے مزین کرکے یہ خاکہ راقم کو ارسال فرمایا اور غور وفکر کی دعوت اس کی پندرھویں جلد کے چھٹے باب کا دوسرا باب ''تقاریظ امام احمد رضا'' ہے راقم اسی عنوان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی تقاریظ جمع کرنے میں مصروف ہوا'' (ص۵۷)

حضور مسعودِ ملّت کی تشویق پر مؤلف، جہاں رضویات کے پہلے محقق ہیں جنہوں نے اس علمی و تحقیقی کام کا بیڑا اٹھایا اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ موصوف کی یہ تحقیقی کاوش اہلِ علم وادب ''اولیات صابر حسین'' میں شمار کرتے ہیں اور یہ اعزاز سید صاحب کو صبح قیامت تک حاصل رہے گا۔

معزز محققین رضویات کی تین اقسام ہیں:

(۱) ایسے محققین جو رضویات کی نئی نئی جہات کو دریافت کرنے میں شب وروز معروف عمل ہیں یہ ایک محنت طلب علمی و تحقیقی عمل ہے جو ہر کس وناکس شخص کے بس کی بات نہیں ایسے محققین کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے ان ہی میں ایک معروف سید صابر حسین شاہ بخاری کا بھی ہے۔

(۲) وہ محققین ہیں جو اول محققین کی دریافت کردہ جہات پر شب وروز محنت کرکے رضویات کو وسعت دے کر بام عروج تک پہنچاتے ہیں ایسے محققین کی تعداد قسم اول کے محققین کی تعداد کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

(۳) وہ محققین رضویات ہیں جو نہ رضویات کی نئی جہات دریافت کرتے ہیں اور نہ ہی دریافت شدہ جہات کو وسعت دیتے ہیں۔ ان کے

لیے سب سے آسان کام یہ ہے کہ وہ محققین رضویات کی تحقیقات کو دوھرانے کا فریضہ سرانجام دینے کی سعادت حاصل کرتے ہیں یقیناً ان میں سے کسی بھی محقق کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن عصری تقاضا یہ ہے کہ محققین رضویات اپنی زیادہ سے زیادہ علمی توانائی رضویات کی نئی حیات، دریافت کرنے اور اسے وسعت دیے میں صرف کریں جس طرح سید صابر حسین شاہ بخاری نے رضویات کی نئی جہت (تقاریظ امام احمد رضا) دریافت کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔

موصوف ایک طرف امام احمد رضا خاں کے فن تقریظ نگاری کی جولانیاں دکھاتے ہیں تو دوسری طرف مفکر اسلام کے اس فن کو جدید نسل میں منتقل کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے سید صاحب صرف تقاریظ کے جامع ہی نہیں بلکہ اُن کتب کے مصنفین کا تذکرہ بھی دلچسپ اور مؤثر انداز میں کیا ہے۔ جس سے اس علمی سرمائے کے حصول اور اس کے مطالعے کا ذوق بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ ''ایں کتاب ہمہ کوہ نوراست'' اس مجموعی تاثر کے ساتھ ساتھ کچھ امور توجہ طلب ہیں:

(۱) صفحہ ۶۵ کی سطر نمبر ۹ میں ''ایجاد واختصار'' لکھا گیا ہے اسے ایجاز ہونا چاہیے۔

(۲) تصدیقات اور تقریظات نگاری علیحدہ علیحدہ فن ہیں جسے کتاب میں خلط ملط کر دیا گیا ہے اس سقم کو دور کرنے کے لیے تصدیقات اور تقریظات کی علیٰحدہ ابواب بندی کی جانی چاہیے۔

(۳) عربی اور فارسی تقاریظ کو الگ الگ فصل بنا کر رقم کرنا چاہیے۔

(۴) منظوم اور منثور تقریظات کو علیٰحدہ فصل میں قلم بند کیا جانا چاہیے۔

(۵) بعض تقاریظ بغیر ترجمے کے ہیں ان کا ترجمہ کیا جانا چاہیے۔

(۶) کتاب میں بعض ایسی تقاریظ شامل ہیں جن کا علمی اور فنّی شمار نہ تصدیقات میں ہوتا ہے اور نہ ہی تقاریظ میں مثلاً ''المعتمد المستند'' پر خطبۂ شرح اس قسم کی تحریرات کو مقدمات یا متفرق کی فصل بنا کر ضبط تحریر کیا جائے تاکہ جب کوئی اہلِ علم و دانش کتاب ھٰذا کا علمی وفنّی لحاظ سے تجزیہ کرے تو کسی مغالطے کا شکار نہ ہو تذکرہ محدث سورتی کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے مولانا احمد رضا خاں محدث حنفی نے مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کی کتاب ''عمدۃ الرعایہ'' اور محدث سورتی کی کتاب ''انفع الشواہد'' پر تصدیقات رقم فرمائی ہیں آئندہ اشاعت انہیں بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ رضویات کے اثاثے میں ''تقریظ امام احمد رضا'' اضافے پر ہم سید صابر حسین شاہ بخاری کو ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں فروغ رضویات میں استقامت اور موصوف کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

***

نام کتاب: **کچھ ملکِ شام کے بارے میں**

تصنیف: **فرقان احمد قادری الشامی**

ناشر: **جمیعت اشاعتِ اہل سنت، نور مسجد، کراچی**

سالِ اشاعت: **۲۰۱۳ء**

تبصرہ نگار: **سید کاشف حسین**

''کچھ ملک شام کے بارے میں'' یہ عنوان حضرت فاضل جلیل علامہ مولانا محمد فرقان احمد قادری دامت برکاتہم عالیہ کے سفر نامہ شام کا ہے۔ حضرت مولانا ایک نو عمر عالم فاضل ہیں جنہوں نے کراچی دارالعلوم امجدیہ سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کم و بیش نو برس ملک شام کی مختلف جامعات میں اپنے تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھا اور ملک شام میں قیام کے دوران جن متبرک مقامات کا سفر کیا اسے اس سفر نامہ میں قلم بند کیا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ قاری اس کتاب کا مطالعہ کرتے وقت ایسا محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ خود ان متبرک مقامات پر حاضری کی سعادت حاصل کر رہا ہو اور ساتھ ساتھ ایسے مقامات کا ذکر بھی ہے اور ان ہستیوں کا ذکر بھی ہے کہ جن کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ وارد ہوئیں ہیں۔ مصنف نے اس بات کا بھی خوب اہتمام کیا ہے کہ ان احادیث مبارکہ کو بھی ذکر کر دیا ہے تاکہ قاری جب اس مقام کی اہمیت سے حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں آگاہ ہو تو اسکے دل ذہن میں ان ہستیوں اور ان مقامات کی محبت میں مزید اضافہ ہو۔ سفر نامہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء کا بطور خاص ذکر مصنف کا اعلیٰ حضرت کے ساتھ قلبی رشتہ نمایاں کرتا ہے۔ اس سفر نامہ کو جمیعت اشاعت اہلِ سنّت نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ان کے لیے بخشش کا ذریعہ بنائے اور مصنف کو دین اسلام کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی المرسلین ﷺ

***

نام کتاب: **عقیدۃ ختم النّبوۃ (جلد ۱۳، جلد ۱۴ اور جلد ۱۵)**
ترتیب و تحقیق: **مفتی محمد امین**
ناشر: **الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ، بہادر آباد، کراچی**
سالِ اشاعت: **۲۰۱۱ء، ۲۰۱۱ء اور ۲۰۱۲ء**
صفحات: **۷۰۴، ۷۰۲ اور ۵۹۶؛ قیمت: ۴۵۰ روپے فی جلد**
تبصرہ نگار: **پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد**

عقیدۂ ختمِ نبوّت اسلام کی بنیادوں میں سے ایک ہے، جس کا ثبوت قرآنِ مجید، احادیثِ نبوی کے علاوہ آثار صحابۂ کرام اور اجماعِ امّت سے ملتا ہے۔ اسی لیے اس عقیدے کے بارے میں شک و شبہ کا اظہار کرنا یا اس کی من پسند توجیہ کرنا، دائرۂ اسلام سے اخراج کا باعث ہے۔ عقیدۂ ختمِ نبوّت جتنا واضح اور غیر مبہم ہے اتنا ہی حساس بھی ہے؛ جس کا ادراک کرتے ہوئے علمائے امّت نے ہمیشہ اس عقیدے کے تحفظ اور ابلاغ کو بھی اپنا نصب العین بنائے رکھا۔ تاہم اس عقیدے میں اندورنی اور بیرونی عناصر نے ہمیشہ نقب زنی کی کوششیں کیں، جس میں نمایاں نام مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء– ۱۹۰۸ء) کا ہے۔ مرزا قادیانی نے ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوّت کیا، جس کا رد روزِ اوّل سے ہی علمائے کرام کی طرف سے ہوتا رہا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب "عقیدۃ ختم النبوۃ" کی مزید تین جلدوں کی اشاعت سے ردِّ قادیانیت کے حوالے سے علمائے اہلِ سنّت و مشائخ عظام کی علمی و تحقیقی خدمات کی پندرہ جلدیں شائع ہو گئی ہیں، جو اپنی اہمیت اور معیارِ طباعت کے لحاظ سے اس موضوع پر شائع ہونے والی دیگر کتب سے ممتاز و منفرد ہیں؛ جس کا سہرا کتاب کے مرتب مفتی محمد امین قادری عطاری (۱۹۷۱ء– ۲۰۰۵ء) اور ان کے رفقا کے سر جاتا ہے، جن کی شبانہ روز محنت اور زرِ کثیر صرف کرنے کے بعد، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے حوالے سے اہلِ سنّت وجماعت کے علمائے کرام، مشائخ عظام اور دانشوروں کی تصانیف جدید انداز میں کمپوز ہو کر محفوظ ہو گئی ہیں۔

"عقیدۃ ختم النبوّۃ" کی تیرھویں جلد میں مولانا محمد عالم آسی امر تسری (۱۸۸۱ء– ۱۹۴۴ء) کی شہرۂ آفاق کتاب "الکاویہ علیٰ الغاویہ" کی جلد دوم کا حصّۂ دوم، پیر مہر علی شاہ گولڑوی (۱۸۵۹ء– ۱۹۳۷ء) کی "المکتوبات الطیّبات" مولانا عبد الماجد قادری بدایونی (۱۸۸۴ء– ۱۹۳۱ء) کی "خُلاصۃُ العقائد" کا باب متعلقہ عقیدہ ختم نبوت، مولانا غلام احمد اخگرؔ امر تسری (۱۸۶۴ء– ۱۹۲۷ء) کا مضمون "مرزائیوں کی دھوکے بازیاں اور ان کا جواب"، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی (۱۸۵۶/۵۷ء– ۱۹۳۷ء) کا رسالہ "التّقریر الفصیح فی نزول المسیح"، مولانا ابو الفضل محمد کرم الدّین دبیرؔ ۱۸۵۲/۵۳ء– ۱۹۴۶ء) کا رسالہ "مرزائیت کا جال: لاہوری مرزائیوں کی چال"، مولانا قاضی عبد الغفور پنجہ کے دور سائل تحفۃ العلماء فی تردید مرزا معروف بہ "لیاقت مرزا" اور "عمدۃ البیان فی جوابِ سوالاتِ اھلِ القادیان"، مولانا تاج الدین احمد تاج عرفانی (۱۸۸۴ء– ۱۹۵۹ء) کا رسالہ "تھذیب قادیانی"، مولانا حکیم عبد الغنی ناظم نقشبندی (۱۸۹۲ء – ۱۹۶۶ء) کا مضمون "مینارۂ قادیانی کی حقیقت" شامل ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کی چودھویں جلد میں بابو پیر بخش لاہوری (م۔۱۹۲۷ء) کی کتب "معیارِ عقائدِ قادیانی"، "بشارتِ محمّدی فی ابطالِ رسالتِ غلام احمدی" اور "الاستدلال الصحیح فی حیاۃ المسیح" شامل ہیں۔ جبکہ پندرھویں جلد میں بھی بابو لاہوری کی دیگر کتب "کرشن قادیانی"، "مباحثہ حقّانی فی ابطال رسالتِ قادیانی"، "تردید نبوّتِ قادیانی فی جواب [النّبوّۃ فی خیر الامّۃ]" اور "مجدّد وقت کون ہو سکتا ہے؟" شامل ہیں۔

"عقیدۃ ختم النبوّۃ" کی باقی بارہ جلدوں پر راقم الحروف کا تبصرہ ماہنامہ معارف رضا کراچی کے مئی ۲۰۱۱ء کے شمارے کے صفحات نمبر ۵۱– ۵۳ پر شائع ہو چکا ہے۔ جس میں اس عظیم منصوبے کو مزید بہتر اور مفید بنانے کے لیے چند گذارشات کی گئیں تھیں، جن پر ناشر شاید توجہ نہیں دے سکے۔ زیرِ تبصرہ جلدوں میں کمپوزنگ کی چند اغلاط رہ گئی ہیں۔ پندرھویں جلد کے آخر میں چند صفحات کی ترتیب غلط ہو گئی ہے۔ تیرھویں جلد تک سفید کاغذ استعمال کرتے رہنے کے بعد، چودھویں جلد سے اخباری کاغذ استعمال کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ جو کہ ہمارے خیال میں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تاہم پندرھویں جلد کا ٹائیٹل مزید جاذب نظر بنا دیا گیا ہے۔ بہر حال عقیدۂ ختم نبوت کے ساتھ مرتب اور ان کے متعلقین کی فکری و قلبی وابستگی قابلِ صد تحسین ہے۔

ثقافة الإمام أحمد رضا خان الهندي البريلوي ومجالاته العلمية

الدكتور محمد مهربان باروي الشامي

مما لا ريب فيه أن الإمام أحمد رضا خان تبوَّأ منزلةً عاليةً، واُعتُبر من أكابر علماء عصره، قد شهد له بذلك معاصروه، ومن تلوه ممن قرأوا كتبه, ولقد أظهرت مصنفاتُه العديدة المتنوِّعة سموَّ مكانته، وعلوَّ درجته في كثير من ميادين العلوم والفنون التي خاضها ودرسها, فهو الفقيهُ الضليعُ، والأصولي البارعُ، وله دراية فائقة بعلم العقائد والتوحيد، ورزق السعادة في اللغة والأدب جمع الإمام من العلوم والفضائل والحسنات والكمالات والمبرات والتصنيفات والتأليفات مالا يأتي عليه الحصر, كان فقيهاً, أصولياً متكلماً, حافظاً, ورعاً, زاهداً, عابداً, مفسراً, شاعراً, ناقداً بصيراً, لم تقتصر مهارته على علم دون آخر بل تنوع واتسع حتى شمل أكثر من خمسين علماً منه[1]:

الفقه وأصوله, الحديث ومتعلقاته, وعلوم القرآن, التاريخ والسيرة, والعقيدة, المنطق والفلسفة, الحساب والرياضيات والهندسة واللوغارتمات, التوقيت, النحو والأدب, والتصوف, وكتب في اللغة الأوردوية والعربية والفارسية وغير ذلك, وتشهد بفضله وغزارة علمه تآليفُه الموجودة بأيدي الناس, وقد رزق السعادة التامة والإتقان الكبير والانصاف الكامل فيها, قال عبد الحي اللكنوي في نزهة الخواطر:« اشتغل بالعلم على والده ولازمه مدة طويلة حتى برع في العلم, وفاق أقرانه في كثير من الفنون لإسيما الفقه والأصول»[2].

أولاً: علم الكلام والعقيدة ورد البدعات والمنكرات

أجاد الإمام أحمد رضا خان علم الكلام وأتقنه وله عدة مُؤَلَّفات في هذا الفن, يشهد على ذلك كتابه المستند المعتمد بناء نجاة الأبد, والدولة المكية بالمادة الغيبية وحاشيته إنباء الحي[3], وكان ينكر البدعات الشائعة في المجتمع الهندي, اعتاد الشيعة في شبه القارة الهندية وبعض ضعاف الإيمان من السُّنَّة على صنع الضرائح المفروضة بالقرطاس لشهداء كربلاء في العاشورة وغيرها فألف الإمام كتاباً على رد هذا المنكر سماه أعالي الإفادة في تعزية الهند وبيان الشهادة[4].

قال عبد الحي اللكنوي:« كان... يرى حرمة سجدة التحية, وألَّف فيها رسالة سماه: الزُّبدة الزكية لتحريم سجود التحية[5]. وهي رسالة جامعة تدل على غزارة علمه, وقوة استدلاله... يُحَرِّم الغناءَ بالمزامير, يُحَرِّم صنع الضرائح منسوبة إلى الحسين ــ عليه وعلى آبائه السلام ــ التي يصنعها أهل الهند بالقرطاس, ويسمونها: التعزية»[6]. وله ست مؤلفات على رد القاديانية ما تعتبر مراجع هامة في الموضوع[7].

ثانياً: الحديث وعلومه

كان الإمام عبقرياً في الحديث النبوي, درَسَ كتب الحديث, وأتقن علومه حيث برع فيه, لا يخفى من راجع كتبه, ووقف على طريقة استدلاله من القرآن والسنة[8]. قال الأستاذ الدكتور مصطفى محمد أبو عمارة أستاذ الحديث بجامعة الأزهر بعد اطلاعه على كتاب الإمام أحمد رضا الهاد الكاف في حكم الضعاف:« هكذا يسترسل المُؤَلِّف في قضايا المصطلح بالشرح والتحليل, ويؤيد كلامه بالنقل من كلام أئمة هذا الشأن كالنووي[9] والعراقي[10], وابن الصلاح[11], وابن حجر[12].. الخ. وهو ليس مجرد ناقل بل يوازن بين الآراء, وهو بتلك الموازنة يشعرك بأنّه يفقه قواعد المحدثين فقهاً دقيقاً, ولا يقف عند حرفيتها, بل يفهم مضمونها, وما ترمى إليه موثقاً فهمه منها بمن سبقه من أهل هذا الفن... فالكتاب

وحيد في بابه فريد في مادته, لا يستغني عنه طالب علم الحديث, ولا يغني عنه غيره»[13].

ثالثا: الفقه وأصوله

كان الإمام أحمد رضا فقيهاً مبتكراً حيث وصل إلى درجة الاجتهاد في الفقه الحنفي, وأضاف إلى تراث الفقه الإسلامي البحوث القيمة, والتحقيقات الشائقة, قال العَلّامة الجليل السَّيّد إسماعيل بن خليل المكّي الحنفي(١٣٢٩ هـــ) أمين مكتبة الحرم بعد اطلاع عدة مباحث في الفتاوى الرضوية:« شيخ الإسلام بلا مدافع ووحيد العصر بلا منازع, شيخنا وأستاذنا وملاذنا وقدوتنا وعمدتنا ليومنا... والله أقول, والحق أقول: إنه لو رآها أبو حنيفة النعمان رحمه الله تعالى لأقرت عينه, ولجعل مؤلِّفَها من جملة الأصحاب»[14].

قال عبد الحي اللكنوي في نزهة الخواطر: « يندر نظيره في عصره في الاطلاع على الفقه الحنفي وجزئياته, يشهد بذلك مجموع فتاواه [الفتاوى الرضوية] وكتابه كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم الذي ألفه في مكة سنة ثلاث وعشرين وثلاث مئة وألف, وكان راسخاً طويل الباع في علوم الرياضية, والهيئة, والنجوم والتوقيت, مُلماً بالرمل والجَفْر مشاركاً في أكثر العلوم»[15].

ولا يخفى نبوغ الإمام في الفقه وأصوله على من قرأ الفتاوى الرضوية وجد الممتار حاشية على رد المحتار ألفه باللغة العربية[16]. وهناك عدد من رسالات علمية في موضوع الفقه وما يتعلق بها حصل عليها الباحثون درجات علمية بين الدكتوراه والماجستير أبرزها رسالة بعنوان الإمام أحمد رضا خان وأثره في الفقه الحنفي قدمها الباحث مشتاق أحمد في جامعة الأزهر وحصل عليها درجة ماجستير في الفقه المقارن في عام١٩٩٧ م, والخدمات الفقهية لمولانا أحمد رضا خان نال عليها درجة الدكتوراه في جامعة السنده بباكستان عام ١٩٩٨ م, وبعنوان فقيه الإسلام نال عليها درجة الدكتوراه في الفقه الدكتور حسن رضا في جامعة بتنه الهند, عام١٩٧٩م, وكما حصلت أنا على شهادة الدكتوراه في جامعة أم درمان الإسلامية بسودان بعنوان التحقيق والتعريب والدراسة جزء من الفتاوى الرضوية للإمام أحمد رضا خان الهندي البريلوي(١٣٤٠هـــ).

رابعا: اللغة والأدب

الإمام أحمد رضا خان كان أديباً شاعراً مجيداً إماماً في علوم الأدب, ورزق السعادة في اللغة العربية والفارسية والأوردوية, إضافة إلى بعض اللغات المحلية, ما عمل مثله جمع بين حسن السبك وجودة المعاني, مع غزارة علمه كان محباً للعرب وثيق الصلة معهم, وذاع صيته شرقاً وغرباً, ترجم معاني القرآن إلى اللغة الأوردوية سماه كنـــز الإيمان في ترجمة القرآن وهو أشهر التراجم وأفضلها وأصحها وأكملها في شبه القارة الهندية, نال عليها درجة الدكتوراه الدكتور مجيد الله القادري بعنوان المقارنة بين ترجمة كنـــز الإيمان والتراجم الأخرى للقرآن بالأوردوية, في جامعة كراتشي عام ١٩٩٣ م, وديوان بساتين الغفران[17], مجموعة من القصائد والقطع والرباعيات, وقصيدتان رائعتان[18] أنشدهما عام ١٣٠٠هـــ في مدح الشَّيخ العَلّامة فضل الرسول البدايوني[19] مطلع القصيدة الأولى:

رنّ الحمام على شجون البان
يا ما أ ميلح ذ كر بيض ألبان

ومطلع القصيدة الثانية:

الحمد للمتوحِّد بجلاله المتفرد.

قال الأستاذ الدكتور حسين مجيب المصري رائد الأدب الإسلامي المقارن:« هذا العالم النحرير والأديب الشاعر الكبير كان له قلم في اللغة العربية والفارسية والأوردوية, كما كانت له عبقرية في نظم الشعر بهذه اللغات, ويعنينا في هذا المقام على

الخصوص أن الشَّيخ أحمد رضا خان كان عالماً باللغة العربية علماً قلَّما تيسر لغيره في عصره وبيئته»[20]. وهناك أكثر من عشر رسالات في اللغة والأدب حصل عليها الباحثون درجات علمية بين الدكتوراه والماجستير أبرزها بعنوان الشيخ أحمد رضا خان البريلوي الهندي شاعراً عربياً للدكتور ممتاز أحمد السديدي حصل عليها درجة الماجستير في اللغة والأدب بجامعة الأزهر عام١٩٩٩ م.

---

(1) انظر: تذكرة علماء أهلسنت: الشيخ محمود أحمد المظفر بوري البهاري, سني دار الأشاعت, علوية رضوية, فيصل آباد, باكستان, ط١٩٩٢، ٢م، ص٤۶.

(2) نُزهة الخواطر: عبد الحي بن فخر الدين اللكنوي(١٣٤١ هـ) دار ابن حزم, ط١، ١٤٢٠هـ/١٩٩٩ م, برقم ٣٢: ١١٨١/٨؛ تذكرة علماء أهلسنت: ص ٤۶.

(3) إنباء الحي أن كلامه المصون تبيان لكل شيء حاشية على جزء الدولة المكية بالمادة الغيبية للمؤلف حققه: أساتذة من جامعة منظر الإسلام، بريلي، الهند, طبع في مكتبة الرضا, حي سودا غران، بريلي، الهند, ومكتبة رضاء مصطفي, باكستان.

(4) أعالي الإفادة في تعزية الهند وبيان الشهادة للمؤلف عربه الدكتور محمد إسحاق الرضوي, طبع في مركز أهل السنة بركات رضا فور بندر, غجرات, الهند, ١٤٢٢ هـ.

(5) الزُّبدة الزكية لتحريم سجود التحية للمؤلف عربه الأستاذ محمد سعيد الأزهري ومحمد الأزهري طبع في حزب القادرية, لاهور, باكستان, ط ١٤١٩ه‍, يحتوي على١٦٢ صفحة.

(6) نزهة الخواطر, برقم٣٢: ١١٨١/٨ ـــ ١١٨٢.

(7) هي الصارم الرباني على إسراف القادياني, والمبين ختم النبيين(١٣٢٦ هـ) للمؤلف, ألفه رداً على القاديانية بأن النبيﷺ خاتم النبيين, نقله إلى العربية محمد إسحاق الرضوي رئيس الهيئة المقررة للدرس بالجامعة القادرية, بريلي الشريف, الهند, وطبعه مركز أهل السنة بركات رضا, شارع إمام أحمد رضا بجوار نغينه مسجد, ميمن واد, فور بندر, غجرات, الهند, ط١، ١٤٢٢ هـ/٢٠٠٢ م, يحتوي على ٤٣ صفحة, والسوء والعقاب على المسيح الكذاب المعروف بالقاديانية طبع في الدار الثقافية للنشر, القاهرة, ط١، ١٤٢١ هـ/٢٠٠٠ م, وقهر الديان على مرتد بقاديان المعروف بتهافت القاديانية طبع في مركز أهل السنة بركات رضا, مدينة فور بندر, ولاية غجرات, الهند, ط١، ١٤٢٥ هـ/ ٢٠٠٥ م, وجزى الله عدوه بإبائه ختم النبوة المعروف محمدﷺخاتم النبيين طبع في مكتبة القادرية, شارع والنظ لانْكاشِيرْ, بُولطَن, بريطانيه, ط٢، ١٤٢٦ هـ/ ٢٠٠٥م.

(8) انظر: تذكرة علماء أهلسنت: ص ٤۶.

(9) أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي الحوراني الشافعي(٦٧٦ هـ) كان إماماً بارعاً حافظاً أتقن علوماً شتى, ولي مشيخة دار الحديث الأشرفية, من مؤلفاته: تهذيب الأسماء واللغات, وشرح مسلم, والتقريب والتيسير في مصطلح الحديث, الأذكار, رياض الصالحين, والمجموع شرح المهذب, الأربعون النووية. انظر: طبقات الشافعية الكبرى: عبد الوهاب بن علي السبكي(٧٧١ هـ) هجر للطباعة والنشر, القاهرة, ط٢, ١٤١٣هـ، تحقيق: الدكتور محمود محمد الطناحي،و الدكتور عبد الفتاح محمد الحلو،برقم(١٢٨٨):ص٣٩٧ـ ٤٠٠

(10) هو عبد الرحيم بن حسين بن عبد الرحمن أبو الفضل زين الدين يعرف بالعراقي(٨٠٦ هـ) كردي الأصل, من كبار المحدثين الحفاظ, شافعي, أصولي لغوي, ولد بجهة إربل بالعراق وقدم مصر صغيراً مع والده فتعلم ونبغ، ورحل إلى دمشق وحلب والحجاز والإسكندرية, وأخذ عن جماعة من العلماء, توفي بالقاهرة, من مؤلفاته: الألفية في علوم الحديث، وفتح المغيث شرح ألفية الحديث. انظر: الضوء اللامع لأهل القرن التاسع: شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوي(٩٠٢ هـ) دار مكتبة الحياة بيروت: ١٧١/٤.

(11) هو عثمان بن عبد الرحمن صلاح الدين بن موسى الشهرزوري المعروف بابن الصلاح(٦٤٣هـ) أحد أئمة المسلمين علماً وديناً, ولد في شرخان قرب شهرزور, انتقل إلى الموصل تم خراسان وبيت المقدس ودمشق وتوفي بها, له شرح الوسيط في فقه الشافعية, وأدب المفتي والمستفتي, وطبقات فقهاء الشافعية وغيرها. انظر: طبقات الشافعية الكبرى: ١٧٧/٨.

(12) هو الإمام الحافظ أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد الكناني

العسقلاني الشافعي المعروف بابن حجر(۸۵۲ هــ) ولد بمصر, ونشأ بها يتيماً, حفظ القرآن هو ابن تسع سنين, ثم أكب على العلوم يأخذها عن علماء عصره، وخصوصاً الحديث, فأكثر جداً من المسموع والشيوخ حتى اجتمع له ما لم يجتمع لغيره, وأصبح مشهوداً له بالحفظ والإتقان، وصار إطلاق لفظ الحافظ ينصرف إليه, اشتهرت مؤلفاته وأعظمها: فتح الباري شرح صحيح البخاري. انظر: ذيل طبقات الحفاظ: ۳۸۰- ۳۸۲؛ البدر الساطع بمحاسن من بعد القرن السابع: محمد بن علي الشوكاني(۱۲۵۰هــ) دار المعرفة بيروت: ۱/۸۷ ــ ۹۲.

(13) مقدمة الهاد الكاف في حكم الضعاف: للإمام أحمد رضا خان(۱۳۴۰هــ/ ۱۹۲۱ م) مركز أهل السنة بركات رضا, شارع إمام أحمد رضا بجوار نغينه مسجد, ميمن واد, فور بندر, غجرات, الهند, ط ۱, ۱۴۲۵ هــ/ ۲۰۰۴ م: ص j k.

(14) الإجازات المتينة لعلماء بكة والمدينة مطبوع مع الرسائل الرضوية: الإمام أحمد رضا خان الهندي البريلوي المؤلف(۱۳۴۰ هــ) مكتبة المدينة, سوق خضر القديم, كراتشي, باكستان: ص ۵۹, كتاب الشَّيخ إسماعيل خليل محافظ كتب الحرم المكي: ص ۵۷ــ۵۸؛ تذكرة علماء أهلسنت: ص ۴۶.

(15) نزهة الخواطر, برقم ۳۲: ۱۱۸۲/۸.

(16) طبعه مجمع الإسلامي في مجلدين, مباركفور, أعظم غره, الولاية الشمالية, الهند, ط ۱, ۱۴۱۵ هــ/۱۹۹۴ م, وكما حققه مجلس المدينة العلمية(الدعوة الإسلامية) وطبع في مكتبة المدينة في ۲ مجلدات, كراتشي, باكستان, ط ۱, ۱۴۲۹ هــ/۲۰۰۸ م.

(17) حققه الأستاذ الدكتور محمد مجيد السعيد رئيس جامعة صدام للعلوم الإسلامية(كلية الشريعة لجامعة بغداد حالياً) وسماه: شاعر من الهند دراسة في بساتين الغفران للشاعر الإمام أحمد رضا خان, طبع في بغداد عام ۱۴۲۴ هــ/ ۲۰۰۳ م. وديوان بساتين الغفران يحتوي على عدة مجموعات شعرية, أولها المنظومة السلامية في مدح خير البرية□, تتكون القصيدة ۱۷۱ مقطعاً, وكل مقطع ينتهي بردة أو لازمة أو قفل يتكرر بلفظ عليه الصلاة والسلام, وتبدأ القصيدة بالمقطع الآتي:

سلام على صفوة الأنبياء   نبي الهدى رحمة للسماء
عليه الصلاة عليه السلام.

انظر: شاعر من الهند دراسة في بساتين الغفران للشاعر الإمام أحمد رضا خان, طبع في بغداد عام۱۴۲۴هــ/۲۰۰۳م: ص ۲۴ ــ ۲۵.

(18) يقول الأستاذ الدكتور محمد مجيد السعيد:« الشاعر المبدع الإمام أحمد رضا خان الحنفي القادري البريلوي شخصيته علمية وأدبية قلَّ نظيرها في العالم؛ لما يمتلكه من ذكاء صادر من قدرات فائقة, ومواهب يندر توفرها في شخص واحد, كان ذهنه وقاداً يضم خزيناً ضخماً من المعلومات المنوعة إلى جانب قدراته في النقد والتحليل, والاستقراء والاستنتاج, حتى يكاد قلمه يعجز عن أن يساق أو يسابق سبل المعرفة, والمعلومات المتدفقة من فكره النيِّر, كان نهراً متعدد الروافد والجداول والاتجاهات...». مقدمة قصيدتان رائعتان, المجمع الرضوي العليمي الهند, طبع الكتاب في باب المعظم, بغداد العراق, ط۱, ۱۴۲۲ هــ/ ۲۰۰۲ م. بتحقيق الأستاذ الدكتور رشيد عبد الرحمن العبيدي مدير مركز البحوث والدراسات الإسلامية العراق: ص ۱.

(19) وهو الشيخ العلامة الفقيه فضل الرسول بن عبد المجيد بن عبد الحميد الأموي البدايوني(۱۲۸۹ هــ) أحد فقهاء الحنفية في شبه القارة الهندية, قرأ بعض الكتب الدرسية على جده عبد الحميد ثم سافر إلى مدينة لكنؤ, ثم تطبب على بر على الموهاني ببلدة دهولبور, سافر إلى الحجاز فحج وزار وأسند الحديث عن الشيخ عبد الله سراج المكي والشيخ عابد السندي المدني, كان فقيهاً مناظراً جدلياً من مصنفاته المعتقد المنتقد في علم الكلام شرحه المؤلف وسماه المستند المعتمد بناء نجاة الأبد وهو متداول بين العرب والعجم, ومن مصنفاته أيضاً: البوارق المحمدية, وتصحيح المسائل, وسيف الجبار, وفوز المؤمنين, وتلخيص الحق وغيرها. انظر: مقدمة المعتقد المنتقد مطبوع مع شرحه للمؤلف المستند المعتمد بناء نجاة الأبد. طبع تحت إشراف المجمع الإسلامي مباركفور, أعظم غره, الهند في رضا أكاديمي مومبئ, الهند, ۱۴۲۰هــ/ ۱۹۹۹م, خطبة الشرح: ص ۸ وما بعدها؛ نزهة الخزاطر, برقم(۶۸۸): ۱۶۵/۷.

(20) مقدمة كتاب(الشَّيخ أحمد رضا خان البريلوي الهندي شاعراً عربياً) رسالة ماجستير قُدِّمت في جامعة الأزهر. الباحث: الدكتور ممتاز أحمد السديدي الأزهري, مؤسسة الشرف, لاهور, باكستان, ط۱، ۱۴۲۲هــ/ ۲۰۰۲م: ص۱۵.

دُور و نزدیک سے

خطوط، ای میلز و پیغامات

❑ **سید وجاہت رسول قادری**، صدر نشین، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

محبی و محترمی جناب پیر زادہ صاحب حفظہ اللہ الباری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی اہلیہ محترمہ کے انتقال کی افسوس ناک خبر جناب مولانا حافظ عطاء الرحمن صاحب زید مجدہٗ کے SMS سے ملی، افسوس ہوا۔ مرحومہ کے حق میں فقیر نے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو غریقِ رحمت کرے اور اعلیٰ علیّین میں مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کل نفسٍ ذائقۃ الموت۔ ہر ایک کو اس دنیا سے جانا ہے۔ آج ان کی کل ہماری باری ہے۔

کامیاب وہی ہے جو لباس تقویٰ کے ساتھ اس دنیا سے گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مرحومہ کے دیگر پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آپ نے علمی و دینی خدمات کے لیے جو وقت نکالا اس میں یقیناً مرحومہ کا بھی بطور رفیقۂ حیات حصہ رہا ہے، اس طرح اس اجر میں وہ آپ کی شریک ہیں۔ پھر زندگی کے طویل سفر میں وہ آپ کے ہر دکھ سکھ میں ساتھ رہیں، اللہ تعالیٰ یقیناً بطفیل سرکارِ دوعالم ﷺ ان کو اجر عظیم سے نوازے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسلام پر زندہ رکھے، کسی کا محتاج نہ بنائے، ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے جائے دمِ آخریں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور حشر میں ان کے محبوبوں کے صدقے ان کے دامن میں پناہ عطا فرمائے۔ آمین!

اللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْعِلَّۃِ فِی الفُود بَۃِ وَمِنَ الْمَذَ لَّۃِ عِنْدَ الشَّیْبَۃِ وَمِنَ الْفَضِیْحَۃِ یَوْمَ الْقِیامَۃِ۔ اللھم اغفر لنا ولوالدنیا ولمشائخنا ولا ستاذنیا ولاصحابنا ولأحبانبا العشآئرنا ولقبآئلنا ولمن لہٗ حقٌّ علینا ولجمیع اُمّۃِ سیّدنا محمدٍ ﷺ۔ (آمین) احقر العباد دعاؤں کا طالب

❑ **پروفیسر محمد الیاس اعظمی**، کوٹ اعظم خان، قصور

مکرمی و محترمی جناب پروفیسر دلاور خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!　　مزاج گرامی بخیر

"کنز الایمان اور ڈاکٹر اوج کا مقالہ" پہلی تین اقساط پیشِ نظر ہیں آپ کے اس تجزیاتی اور تنقیدی مقالہ کو پڑھ کر قرطاس ذہنی پر جو احساسات مرتسم ہوئے پوری دیانتداری اور غیر جانب داری کے ساتھ نذر قرطاس کر رہا ہوں۔ ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ اوج صاحب کے شخصی تعارف، جو آپ نے اپنے زیر نظر مقالہ میں ابتدائی سطور میں لکھا ہے، کو پڑھ کر یہ تصور یقین میں بدل جاتا ہے کہ آپ ایک وسعتِ قلبی رکھنے والے محقق عالم ہیں۔

(۲)۔ ایک محقق کے لیے لازمی ہے کہ وہ پہلے موافق و مخالف دلائل کا مطالعہ کرے۔ اُن پر نقد و جرح کرے اور پھر نتائج کو اَخذ کرتے ہوئے کوئی رائے قائم کرے تو کہا جائے گا کہ اس نے تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ اگر اپنے ذہن میں کوئی رائے پہلے قائم کرلے اور پھر دلائل کا رخ کرے تو وہ مناظر تو ہو سکتا ہے محقق نہیں ہو سکتا۔ یہی ایک مناظر (مناظرہ کرنے والے) اور محقق میں فرق ہوتا ہے۔

(۳)۔ ترجمہ قرآن میں فرق مراتب کے عنوان سے سورۃ اعلیٰ: 6 کے ترجمہ سے متعلق جس طرح آپ نے کنزالایمان اور دیگر تراجم کا تقابل پیش کیا ہے اس سے ایک کم خواندہ اور عالم قاری بھی ترجمہ اعلیٰ حضرت کنزالایمان کی افادیت و اہمیت سے بآسانی آگاہی حاصل کرلیتا ہے۔

(۴)۔ ایک محقق کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جذبات کی رو میں لینے کی بجائے تحمل و برداشت سے کام لیتے ہوئے اپنے مخالف کے لیے مروت سے الفاظ کا چناؤ اور استعمال کرے اور ادب و اخلاق سے گرا ہوا کلام نہ کرے آپ نے اپنے اس مقالے میں اس اخلاقی ضابطہ کا دامن بھی مضبوطی سے تھام رکھا ہے اور محترم اوج صاحب کے لیے تہذیبی دائرے سے باہر کوئی لفظ استعمال نہیں کیا۔

(۵)۔ قسط دوم میں آپ نے موضوع تحقیق اور مصادر تحقیق کے فرق اور ڈاکٹر اوج صاحب پر نقد کرنے میں ایجاز و اختصار کی عمدہ مثال قائم کی ہے جس سے آپ کی اختصار نویسی کے فن میں مہارت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کس طرح دریا کو کوزے میں بند کرنے کا فن جانتے ہیں۔

(۶)۔ راقم نے چونکہ ڈاکٹر اوج صاحب کا مقالہ براہ راست مطالعہ نہیں کیا اس حوالے سے میری معلومات کا مبلغ علم صرف آپ جناب کا زیر نظر مقالہ ہی ہے اس لیے آپ کے پیش کردہ اقتباسات و حوالہ جات پر اعتماد کرتے ہوئے میرا یہ تاثر ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف فی الواقع رہتے منتخب کردہ تراجم اور اہل علم کے حوالے سے غیر جانب داری کا تاثر قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ بالخصوص مترجمین کے شخصی تراجم میں وسعتِ نظری اور غیر جانبداری کا معیار قائم نہیں رکھ سکے۔

(۷)۔ قسط دوم میں ہی ''فکری تضاد کی ایک جھلک'' بھی اہل فکر کے لیے اپنے اندر بہت سی فکری جہتیں رکھتی ہے۔

(۸)۔ اپنے موقف کو واضح کرنے کے لیے جس طرح آپ نے اپنے مقالے کی پہلی اور دوسری قسط میں مختلف ڈایاگرام (Tables) بنائے ہیں ان سے بھی تحقیق کے میدان میں آپ کی پختہ کاری اور مہارت واضح ہوتی ہے۔ امید ہے کہ اس حوالے سے تحقیق کا سفر جانب منزل جاری ہو گا۔ چوتھی قسط کا انتظار ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کے تقابلی مطالعہ والی ادارہ کی شائع کردہ کتاب کا بڑی شدت کے ساتھ انتظار ہے۔ قبلہ شاہ صاحب اور دیگر احباب کی خدمت میں سلام نیاز پیش کر دیں۔

☐ **میثم عباس قادری رضوی**، لاہور

مکرمی محترمی سید وجاہت رسول قادری صاحب (اطال اللہ عمرہ) مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کی صحت میں بہتری کا علم ہوا تو بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل صحت دے تاکہ آپ مسلکِ سیدی اعلیٰ حضرت کا کام بہترین طریق سے سر انجام دیتے رہیں۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کے راقم خلیفہِ اجل سیدی اعلیٰحضرت شیر بیشہِ اہل سنت امام المناظرین مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمہ کے نایاب رسائل کا مجموعہ تخریج کے اہتمام کے ساتھ دو جلدوں میں ترتیب دے رہا ہے، ضروری مقامات پر حواشی بھی لگائے جا رہے ہیں، الحمدللہ پہلی جلد کا کام مکمل ہونے کو ہے۔ تمام احباب اہل سنت سے استدعا ہے کہ خصوصی دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو بطریق احسن جلد مکمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

راقم کے پاس حضرت شیر بیشہ اہل سنت کے جو رسائل موجود ہیں ان کے نام، مطبع اور صفحات کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

۱۔ راز سیرت کمیٹی (مطبوعہ رضوی کتب خانہ بہاری پور، ۶۴ص)
۲۔ پشت خار در افتخار (اہلسنت وجماعت پریس بریلی، ۲۸ص)
۳۔ صمصام سنت گلوئے گاندھویت معروف بہ حق کا خنجر (مطبع نادری بریلی، ۸ص)
۴۔ الصوارم لہندیہ (دار لکتب الحنفیہ کراچی، ۱۳۶ص)
۵۔ القلادۃ الطیبۃ المرصعۃ (خادم الاسلام واقع پیلی بھیت، ۲۴ص)
۶۔ تقریر منیر قلب (رضوی کتب خانہ محلہ بہاری پور بریلی، ۲۰ص)
۷۔ رادالمہند قدیم عکسی (مطبوعہ دارالکتب حنفیہ کراچی، ۱۲۸ص)
۸۔ الانوار الغیبیۃ (عسکری اکیڈمی پیلی بھیت شریف، ۶۴ص)
۹۔ (الف) القول الازھر (مکتبہ حشمت قصبہ اچھولی ضلع بارہ بنکی، ۳۱ص)
(ب) القول الازھر (مشمولہ فتاویٰ برکات مصطفی مطبوعہ ممبئی، ۱۴ص)
(ج) القول الازھر (انجمن انوار القادریہ کراچی، ۲۰ص)
۱۰۔ قہر واجد دیان (مطبع اہل سنت پریس پیلی بھیت، ۳۶ص)
۱۱۔ قہر القہار علی اصول الگاندھویۃ الکفار (حسنی پریس بریلی، ۵۰ص)
۱۲۔ شمع منور نجات (رضا اکیڈمی بمبئی، ۱۸۷ص)
۱۳۔ عقائد حقہ اہل سنت (رضا اکیڈمی بمبئی، ۱۶ص)
۱۴۔ فتویٰ درباره ایمان والدین مصطفی (مشمولہ اہلسنت کی آواز حصہ نہم) ۹ص

نوٹ: رسالہ (عقائد حقہ اہل سنت) ''احکام ضروریہ دینیہ'' نامی کتاب میں بھی شامل ہے لیکن اسکا پہلا صفحہ ناقص ہے۔ جسکے باعث اسکے مطبع کا علم نہیں ہو سکا اگر کسی صاحب کے علم میں ہو تو مطلع فرما دیں۔ وہ کتب جن میں شیر بیشہ اہل سنت کے ساتھ دیگر علماء اہل سنت کے مضامین / فتاویٰ بھی شامل ہیں

۱۵۔ لطمہ اسد بر مشرقی مرتد (مشمولہ مشرقی کا غلط مذہب نمبر ۱۵ از مولانا طیب داناپوری مطبوعہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند، ۵ص)
۱۶۔ فتویٰ شیر بیش اہل سنت در تردید نجدیہ منقول از سل الصوارم الصمدیہ (مشمولہ تجانب اہل سنت مطبوعہ، صفحہ ۲۵۷ تا ۲۷۴، بریلی الیکٹرک پریس بریلی، ۹ص)
۱۷۔ فتویٰ شیر بیشہ اہل سنت در تردید منکرین حجاب (مشمولہ تجانب اہل سنت صفحہ ۹۵ تا ۱۰۱ مطبوعہ بریلی الیکٹرک پریس بریلی، ۷ص)
۱۸۔ الجوابات السنیہ (مطبع سلطانی واقع پیر ولین بمبئی، ۳۲ص)
۱۹۔ دوامغ الحمیر (مطبع حسنی بریلی، ۶۴ص)
۲۰۔ فتویٰ مشمولہ ماہنامہ سنی لکھنو (جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۰ء، ۲ص)

مناظرے

(۱) فیض شہ دو عالم (مطبوعہ جہانگیر علوی پریس بمبئی، ۲۴ص)
(۲) روئیداد مناظرہ ملتان (کارکنان انجمن حزب الاحناف، ۲۰ص)
(۳) روئیداد مناظرہ ادری (۱۳۹ص)
(۴) روئیداد مناظرہ سنبھل (ایضاً، ۹۹ص)
(۵) فرحت افزاء فتح مبین (ایضاً، ۷۵ص)

اس فہرست میں شامل رسالہ ''قہر واجد دیان'' مطبوعہ مطبع اہل سنت پریس پیلی بھیت کا صفحہ ۱۶ ناقص ہے اگر کسی صاحب کے پاس ''قہر واجد دیان'' کا اس مطبع کا نسخہ موجود ہے تو اس کا صفحہ ۱۶ بذریعہ فوٹو کاپی یا سکیننگ عنائت فرمائیں۔ اور اگر اسکا کوئی اور مطبوعہ نسخہ ہے تو وہ مکمل عنائت فرمائیں۔ تمام اخوان اہل سنت سے گزارش ہے کہ اگر اس کے علاوہ بھی آپ کے پاس حضرت شیر بیشہ اہل سنت کا کوئی ایسا رسالہ، فتوی یا مضمون موجود ہے جو راقم کی پیش کردہ فہرست میں شامل نہیں تو برائے خدا و مصطفی (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) عنایت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطاء فرمائے گا۔ ان شاء اللہ

کتبِ نو و رسائل

❑ لائبریری ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا میں موصول ہونے والے جرائد

آستانہ، کراچی، نومبر / دسمبر ۲۰۱۲ء؛ آوازِ حق پشاور، جنوری؛ نیز فروری ۲۰۱۳ء؛ آہنگ کراچی، جنوری؛ نیز فروری ۲۰۱۳ء؛ اُفق، کراچی، جنوری؛ نیز فروری ۲۰۱۳ء؛ الاحیاء، لاہور، جنوری ۲۰۱۳ء؛ الاشرف کراچی، جنوری؛ فروری ۲۰۱۳ء؛ البرھان الحق، واہ کینٹ، جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء؛ الحقیقہ پاکستان (شکر گڑھ)، فروری ۲۰۱۳ء؛ السعید، ملتان، صفر المظفّر ۱۴۳۴ھ (دسمبر ۲۰۱۲ء)؛ نیز ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ؛ المقصود، کراچی، ستمبر ۲۰۱۲ء؛ نومبر ۲۰۱۲ء؛ دسمبر ۲۰۱۲ء؛ جنوری ۲۰۱۳ء؛ فروری ۲۰۱۳ء؛ الملنگیہ، اوکاڑہ، جنوری ۲۰۱۳ء؛ فروری ۲۰۱۳ء؛ الہام، بہاولپور، فروری ۲۰۱۳ء؛ مارچ ۲۰۱۳ء؛ امیر ملّت، لاہور، جنوری ۲۰۱۳ء؛ اہلِ سنّت، گجرات، مارچ ۲۰۱۳ء؛ پیغامِ اہلِ سنّت، فیصل آباد، ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ؛ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ؛ جمادی الاوّل ۱۴۳۴ھ؛ تاجدارِ یمن، نارووال، جنوری ۲۰۱۳ء؛ فروری / مارچ ۲۰۱۳ء؛ تعلیمی زاویے (سہ ماہی)، لاہور، اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ جامِ نور، دہلی، جنوری ۲۰۱۳ء؛ جہانِ رضا، لاہور، جنوری / فروری ۲۰۱۳ء؛ خبر نامۂ ہمدرد، کراچی، جنوری ۲۰۱۳ء؛ نیز فروری ۲۰۱۳ء؛ راہ نمائے خواتین فیصل آباد، جنوری؛ فروری؛ مارچ ۲۰۱۳ء؛ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، جنوری؛ فروری؛ مارچ ۲۰۱۳ء؛ زاویۂ نگاہ، کراچی، فروری؛ مارچ ۲۰۱۳ء؛ سوئے حجاز لاہور، مارچ ۲۰۱۳ء؛ صراط الھدیٰ (سہ ماہی)، جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء؛ عرفات، لاہور، جنوری؛ فروری ۲۰۱۳ء؛ عقیدت، حیدرآباد، جنوری ۲۰۱۳ء؛ فروری ۲۰۱۳ء؛ نیز خصوصی شمارہ، ۱۴/ جنوری ۲۰۱۳ء (میلاد النبی ایڈیشن)؛ فیضِ عالم، بہاولپور، فروری؛ مارچ ۲۰۱۳ء؛ کاروانِ قمر، کراچی (حاجی عبد الغفور رحمانی نمبر)، جنوری / فروری ۲۰۱۳ء؛ مارچ ۲۰۱۳ء؛ کاغذی پیرہن، لاہور، نومبر / دسمبر ۲۰۱۲ء؛ کنز الایمان دہلی (انڈیا)، فروری؛ مارچ ۲۰۱۳ء؛ محدّث، لاہور، جنوری ۲۰۱۳ء؛ مصطفائی نیوز کراچی، فروری ۲۰۱۳ء؛ مصلح الدین کراچی، ربیع الاوّل؛ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ؛ معارفِ اولیاء (سہ ماہی)، لاہور، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۲ء؛ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۲ء؛ معین الاسلام (سہ ماہی)، بیربل شریف، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۲ء؛ نور الحبیب، بصیرپور، اوکاڑہ، مارچ ۲۰۱۳ء۔ The Minaret, Karachi, February 2013; March 2013.

❑ لائبریری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا میں موصول ہونے والی کتبِ نو

نمبر	کتاب کا نام	مصنّف / مرتب / مترجم	صفحات	ناشر
۱	Al Banni And His Friends	Sheikh G. T. Haddad	۱۱۲	برکاتُ الرضا، ڈربن
۲	Muslim Rights	امام احمد رضا فاضل بریلوی	۲۴	برکاتُ الرضا، ڈربن
۳	Destination Paradise	سید شاہ آلِ رسول نظمی برکاتی مارہروی	۲۶۴	برکاتُ الرضا، ڈربن
۴	Thesis of Imam Ahmad Raza	امام احمد رضا فاضل بریلوی	۵۳۴	برکاتُ الرضا، ڈربن
۵	رسائل میلاد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	مرتّب: صلاح الدین سعیدی	۴۹۶	مکتبۂ حنفیہ، لاہور
۶	رسائل میلادِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	مرتّب: صلاح الدین سعیدی	۴۰۰	احمد جاوید فاورقی پبلشرز، لاہور